یامین   هو الکمل

مُصوّرِ فطرت حضرت مولٰنا دسیدنا خواجہ

حسن نظامی ظلّہٗ

کا

طمانچہ برخسارِ یزید

Tamancha bar rukhsar-i-Yazid

جس کو

کارکن حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی

نے

دوسری بار

سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء

لالہ ٹھاکر داس پرنٹر کے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

بار دوم   قیمت ۳/

دیباچہ طمانچہ بر رخسار یزید طبع ثانی

الحمدللہ کتاب طمانچہ بر رخسار یزید کی طبع اول ختم ہوگئی۔ یہ کتاب بطور ایک قصّہ کے ہے اور قصّہ بھی ایسا کہ نہ بوستانِ خیال اور امیر حمزہ یا فسانۂ عجائب او چہار درویش سے اس کو مناسبت ہے نہ آجکل کے ناولوں کی سی اس کی شان ہے، نہ ڈرامے کی طرز ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ پُرانے قصّوں، ناولوں، اور ڈراموں میں سے تھوڑا تھوڑا رنگ لیکر یہ قصّہ مرتب کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اشاعتِ اوّل کے سرورق پر صفائی سے لکھدیا گیا تھا کہ یہ کتاب ایک ناول اور قصّہ ہے اسی طرح سے طبع ثانی کے وقت بھی زیادہ وضاحت سے لکھا جاتا ہے کہ یہ کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے بلکہ محض ایک فرضی قصہ ہے۔ اس میں جن لوگوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں وہ سب کے سب اسلامی تاریخ کے دورِ اوّل میں شہرۂ آفاق رہ چکے ہیں، اور اُن میں سے ہر فرد کا نام مسلمانوں کے بچے بچّے کی زبان پر رہتا ہے۔ اہلبیتؑ کا موافق ہو یا مخالف۔ شیعہ ہو یا سُنّی۔ خارجی ہو یا ناصبی، ہر مسلمان خواہ کوئی عقیدہ رکھتا ہو یزید کے نام کو جانتا ہے اور ابنِ زیاد کے نام سے بھی اُسکو واقفیت ہوتی ہے۔ یزید امیر معاویہ کا بیٹا تھا۔ امیر معاویہ تاریخ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلامی سلطنت کے جمہوری اصول کو مٹایا اور انتخاب سے بادشاہ بنانے کا طریقہ بند کرکے اور تلوار کے زور سے بند کرکے وہی قدیمی استبدادی شخصی سلطنت کا طریقہ اور اولاد کو ولیعہد مقرر کرنے کا دستور جاری کیا اور اس اصول کے بدلنے میں اُنہیں بڑی خونریزی کرنی پڑی۔ حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام اور حضرت عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید اور مالک ابن اشتر اور حجر

بن عدی وغیرہ بکثرت سردارانِ اسلام محض اس وجہ سے قتل کرائے کہ وہ اُنکی شخصی حکومت قائم کرنے کے راستہ میں ہارج معلوم ہوتے تھے۔ اور بھی طرح طرح کی بدعتیں اور خرابیاں امیر معاویہ کے سبب اسلام جیسے پاک صاف مذہب میں داخل ہوگئیں مگر اسکے باوجود امیر معاویہ کا نام بے علم مسلمانوں میں اتنا مشہور نہیں ہی جتنا اُن کے ولیعہد اور بیٹے یزید کا نام مشہور ہے اور اُسکی وجہ محض یہ ہے کہ یزید کے حکم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے محبوب ومقبول نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ساتھی اور اُن کے جوان اور خورد سال بچّے نہایت بے رحمی وسفاکی کے ساتھ کربلا کے میدان میں بھوکا پیاسا رکھکر قتل کیے گئے، اور اس واقعۂ قتل کو اتنی شہرت ہوئی کہ دنیا کی کسی قوم کسی ملک کسی مذہب میں کوئی بڑا چھوٹا واقعہ اس قدر مشہور نہیں ہی اور کسیکے قتل پر یہ ہر سال ایسا عالمگیر غم والم ظاہر نہیں کیا جاتا۔

پس یہ قصہ اُس مشہور یزید کے نام کی وجہ سے قدرتاً زیادہ مشہور ہوگیا ورنہ اسکے اندر کوئی خاص بات ایسی نہیں ہے جو اسکی اتنی زیادہ مقبولیت کا باعث ہوتی۔

اِس کتاب کا ڈراما

سُنا ہے ہندوستان کے بعض مقامات پر بعض لوگوں نے اس کتاب کے واقعات کو بطورِ ڈرامے کے دکھایا اور حاضرین نے اسکو بہت پسند کیا۔ دہلی میں بھی شیعہ جماعت کی طرف سے اس کا ڈراما ہوا تھا مجھکو بھی اُسکے دیکھنے کی دعوت دیگئی تھی مگر میں علالت کی وجہ سے نہ جاسکا۔ مگر محمد انوار صاحب ہاشمی مالک رسالۂ دین ودنیا میری نیابت میں یہ ڈراما دیکھنے گئے تھے، اُن کا بیان ہے کہ ڈراما دیکھنے کے لیے ہزاروں آدمی جمع ہوئے تھے اور بہت کامیابی سے واقعات کتاب کا خلاصہ اسٹیج پر دکھایا گیا اور تماشائیوں پر اس کا بڑا اثر ہوا۔

یہ کتاب کیوں لکھی؟

بعض سنجیدہ مزاج احتیاط پسند حضرات کا خیال ہی کہ ایسی کتاب کا میرے قلم سے نکلنا مناسب نہ تھا جس میں بعض واقعات نامناسب نظر آتے ہیں۔ طبع ثانی کے وقت

میں نے اس کتاب کو غور سے دیکھا مگر مجھکو سوائے دو چار مقامات کے اور کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جسکو میں سنجیدگی کے خلاف سمجھتا۔ میں نے اُن دو چار مقامات کی ترمیم و اصلاح کر دی اور اب میں پورے اطمینان اور جمعیت خاطر سے اسکے دوبارہ چھاپنے کی اجازت دیتا ہوں۔

جو لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ ایسی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی اُن کو پہلے قدرت سے سوال کرنا چاہیے کہ یزید، ابن زیاد، شمر وغیرہ لوگوں کے پیدا کرنیکی کیا ضرورت تھی۔ جب کوئی شخص ایسے سفاک ایسے جلاد، ایسے بے رحم، ایسے سنگدل لوگوں کے عالم وجود میں آنے کے متعلق سوال نہیں کرتا اور جب کوئی شخص نمرود، شداد، فرعون، ہامان کے بارے میں یہ نہیں پوچھتا کہ وہ لوگ کیوں پیدا ہوئے اور جب فرعون، نمرود، ہامان کے بُرے کاموں کا تذکرہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا تو کسی نے اسکی وجہ دریافت نہ کی تو مجھ سے یہ کیوں پوچھا جاتا ہے کہ میں نے یزید اور شمر اور ابن زیاد کے متعلق یہ قصہ کیوں لکھا۔ دوسرا شبہ یہ پیدا ہوتا ہو کہ یزید اور شمر اور ابن زیاد کے جس قدر خانگی حالات اس کتاب میں مذکور ہیں اُن کی کوئی اصلیت بھی ہے یا نہیں۔ اگر اصلیت نہیں ہے تو فرضی واقعات لکھنے کی کیا ضرورت تھی اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جن افراد نے رسوؐل اللہ کے نواسے کو بھوکا پیاسا بے گناہ ذبح کر ڈالا اور جن لوگوں نے معصوم شیرخوار پیاسے بچے کو تیر مار کر ہلاک کر دیا اور جن لوگوں نے خاندان نبوّت کی پردہ نشین مستورات کو بے پردہ ذلیل قیدیوں کی طرح اونٹوں پر بٹھایا اور حضرت امام حسینؑ کے بیمار لڑکے حضرت زین العابدینؑ کے ہاتھ رسیوں سے باندھے اور جلتی دھوپ میں اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر بٹھا کر منزلیں طے کرائیں اور جنھوں نے رسوؐل اللہ کے نواسے کے جسم پر گھوڑے دوڑائے اور جنھوں نے رسوؐل اللہ کے نواسے کے کٹے ہوئے سر کو کوچہ و بازار میں تشہیر کیا اور جنھوں نے کٹے ہوئے سر کے دانتوں پر چھڑیاں ماریں تو کیا ایسے لوگ اور اُنکے گھر والے پاکباز ہو سکتے ہیں جو شخص خدا کے سامنے پاک ہو۔ جسکے گھر کا چال چلن پاک ہے جس کے خانگی حالات پاکیزہ ہیں وہ کبھی اُن لوگوں کے ساتھ جنکی پاکیزگی قرآن شریف میں مذکور ہو ایسی بے رحمی اور سنگدلی کا برتاؤ نہ کر سکتے تھے۔

لہذا جو لوگ ابنِ زیاد۔ یزید۔ شمر وغیرہ کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی خانگی بدچلنیوں کا اُنہیں یقین نہیں آتا وہ درحقیقت حضرت امام حسینؑ اور اُنکے معصوم بچوں کی تباہی اور بربادی اور مظلومیت کا یقین نہیں کرتے اور ان کو فرعون و نمرود و ہامان کی نسبت بھی حسن ظن ہوگا۔ یہ تو آجکل کے معمولی سمجھ کے آدمی بھی جانتے ہیں کہ جو شخص بیرونی دنیا میں سفاک و بیرحم و ناحق شناس ہوتا ہے اور جسکو بچوں اور عورتوں پر ظلم کرتے وقت شرم نہیں آتی تو وہ اپنے سینہ میں ضمیر نہیں رکھتا اور جسکے اندر ضمیر کمزور ہو اسکے خانگی چال چلن کی بدتری حد سے زیادہ گئی گزری ہوتی ہے۔

پس میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے خواہ اس کا تاریخ میں ثبوت ہو یا نہو اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید و ابن زیاد و شمر کے ان اعمال و افعال کے مقابلہ میں جو تمام تاریخوں میں موجود ہیں اور جنہیں واقعۂ کربلا سب کو معلوم ہے اس کتاب کے واقعات تو بالکل معمولی ہیں۔

مجکو انکے لکھنے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ غیر اقوام مسلمانوں کو سفاک و سنگدل کہتی تھیں کہ انہوں نے کربلا میں جو کام کیے وہ انتہا درجہ کی سفاکی تھی۔ جب وہ یہ حالات پڑھینگے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ یزید و شمر و ابن زیاد وغیرہ کا مسلمانوں میں شمار کرنا ہی غلطی ہے کیونکہ مسلمان ضمیر رکھتا ہے اور ان لوگوں کے سینہ میں ضمیر نہ تھا، اور تھا تو بالکل ناقص کمزور اور بیکار تھا۔

لہذا میں نے یہ کتاب لکھکر ایک اعتبار سے اسلام کی خدمت ادا کی ہے، اور اچھے مسلمانوں کو ان نام کے "بدنام کنندۂ نکونامے چند" مسلمانوں سے جدا کر کے دکھا دیا ہے۔

میں سُنّی ہوں

اس کتاب کو دیکھکر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ میں شیعہ ہوگیا ہوں اس واسطے یہ لکھنا ضروری ہے کہ میں پکا سُنّی ہوں، اور خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں کہ مجکو شیعہ مذہب کے کسی اصول سے اتفاق نہیں ہے اور اہل سنت کے تمام اصول کو برحق مانتا ہوں اہل بیتؑ کے محب تو صرف سُنّی لوگ ہیں ورنہ شیعہ جماعت تو اہل بیتؑ سے صرف سیاسی محبت رکھتی ہے +

حسن نظامی

۷۸۶ هوالکل یامعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طمانچہ بر رخسار یزید

پہلا باب

حضرت علیؑ کے پوشیدہ کاغذ کی تلاش

میرا باپ مارا جاچکا۔ میری ماں اندھی کی جاچکی۔ مجکو سب حمایتوں سے جدا کر دیا گیا۔ اب دُنیا میں کیا اُمید باقی رہی ہے جسکے خیال سے میں حضرت علیؑ کا پوشیدہ کاغذ تم سے چھپاتی میں سچ کہتی ہوں میرے پاس کوئی مخفی نوشتہ حضرت علیؑ کا نہیں ہے۔ نہ میری والدہ کے پاس ہے نہ ہم دونوں نے کسی کو دیا۔ نہ کہیں چھپایا۔

فرحہ بنت مالک ابن اشتر کے ہاتھ پاؤں رسّی سے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ دوپہر کی جلتی دھوپ میں جنگل کے ریت پر چت پڑی ہوئی یہ کہہ رہی تھی۔ اور اسکے سامنے ایک عرب سردار کھڑا تھا۔ یہ عرب سردار مصری سرحد کا ایک علاقہ دار تھا۔ جس نے امیر معاویہ کی سازش سے مالک بن اشتر کو شہد کے شربت میں زہر دیکر شہید کر دیا تھا۔ جبکہ وہ حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کی گورنری پر مامور ہوکر جارہے تھے۔

مالک بن اشتر کی بیوی لڑکی اور ایک نواسہ کو علاقہ دار نے رات کے وقت جبکہ مالک بن اشتر کی زندگی تمام ہونے کو تھی جبراً مگر بہت پوشیدگی کے ساتھ دوسرے گاؤں میں بھیجدیا تھا تاکہ ان عورتوں کے قبضہ سے مالک کے مخفی کاغذات حاصل کرے۔ کیونکہ امیر معاویہ نے علاقہ دار کو اطلاع دی تھی کہ حضرت علیؑ نے مالک کو ایک نہایت اہم تجویز قلم بند کر کے دی ہے جسمیں علوی خلافت کے استحکام و فروغ کی تدابیر

درج ہیں اور اہل مصر کو خفیہ طریق سے اُن تدابیر پر عمل کرنیکا حکم دیا ہے۔ اور وہ تدابیر اسقدر خوفناک ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا گیا تو اموی سلطنت کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے گا۔

علاقہ دار کو یہ بھی اطلاع دی گئی تھی کہ وہ کاغذات مالک نے اپنی بیوی کے پاس حفاظت سے رکھوا دئے ہیں۔ اس واسطے اس نے مالک کو زہر دینے کے ساتھ ہی مستورات کو دوسرے گاؤں میں بھجوا دیا تاکہ یہ کاغذات حاصل ہو جائیں۔ مگر جب مالک کی بیوی سے پوچھا گیا اور کاغذات طلب کئے گئے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا میرے پاس مالک نے کوئی کاغذ نہیں رکھا۔ نہ مجھ سے ذکر کیا نہ میں یقین کر سکتی ہوں کہ حضرت علی رضہ نے کوئی خفیہ منصوبہ کیا ہو کیونکہ انکا معاملہ بالکل صاف اور کھلا ہوا ہے۔

علاقہ دار کو مالک کی بیوی کا یقین نہ آیا۔ اور اس نے جبراً تمام سامان کی تلاشی لی اور جب اسمیں کچھ دستیاب نہوا تو سوار دوڑائے اور مالک کے اسباب کو تلاش کیا مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا تو اس کو شک ہوا کہ ان عورتوں نے کہیں نہ کہیں ان کاغذات کو پوشیدہ کر دیا ہے یا کسی کے پاس رکھوا دئے ہیں۔ اگر ان پر تشدد کیا جائے گا تو یہ بتا دیں گی۔ عورتیں ہیں سختی کو برداشت نہ کر سکیں گی۔

چنانچہ علاقہ دار نے پہلے مالک کی بیوی پر زور ڈالا اور اس کو قتل کی دھمکی دی جب اس سے کام نہ چلا تو لالچ دیا۔ اور کہا کہ تمہارا شوہر تو مرچکا۔ تم میری قید میں ہو اگر تمنے کاغذات نہ بتائے یا نہ دئے تو مفت میں جان سے جاؤ گی۔ میں تمکو۔ تمہاری لڑکی کو۔ اور تمہارے نواسہ کو ابھی قتل کر ڈالونگا۔ اور اگر تمنے کاغذات دیدئے یا انکا پتہ بتا دیا تو امیر معاویہ سے تمہاری سفارش کیجائیگی وہ تمہاری جان کی امان دیں گے اور ان کے دربار سے بڑے بڑے انعامات تم کو اور تمہاری اولاد کو ملیں گے۔ اور عجب نہیں کہ مصر کی گورنری تمہارے بیٹے کو ملجائے۔

مالک کی بیوی نے کہا۔ جان کا ہمیں کچھ خوف نہیں ہے ہمارا مالک شہید ہوا ہم بھی شہادت کا شوق رکھتے ہیں۔ مار ڈالو ہمیں مرنیکا خود ہی اشتیاق ہے کہ مالک کے بعد جینے کا کچھ مزا نہیں رہا۔ امیر معاویہ کا انعام اس کو ہم مرتے دم تک ذلیل اور ہیچ خیال کریں گے کہ فانی دُنیا کی عزت ودولت

ایمان گنوا کر ہم کو حاصل کرنی منظور نہیں ہے۔

سُنو اول تو وہ کاغذات ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور اگر ہوتے بھی تو میں کبھی تم کو یا تمہارے امیر معاویہ کو نہ دیتی نہ انکا پتہ بتاتی۔ اور اگر وہ تمکو مل بھی جاتے اور امیر معاویہ انکے بھید سے واقف بھی ہو جاتے۔ اور یہ بھید انکی بادشاہت کو مضبوط بھی کر دیتا۔ اور حضرت علیؓ کی خلافت اس زمین سے مٹادی جاتی تب بھی حضرت علیؓ کے لیئے خدا دوسری زمین پیدا کرتا اور وہاں ان کی خلافت قائم ہوتی۔ کیونکہ حضرت علیؓ خدا کے مقبول بندے ہیں اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے کہ قیامت تک علیؓ کی خلافت کا نقارہ بجتا رہے گا۔

اے شخص مجکو کیوں ڈراتا ہے۔ اگرچہ اسوقت میں تیرے ہاتھ میں قید ہوں لیکن مجکو آسمان نظر آتا ہے اور اسپر خدا کی بشارت لکھی ہوئی دیکھتی ہوں کہ جو حق و صداقت پر قائم رہتا ہو خدا کی رضامندی انہی کے لیئے ہے۔

علاقہ دار نے مالک کی بیوی کا یہ کلام سُنکر کہا۔ عورت ہوش میں آ اپنی زندگی اور اپنی لڑکی اور نواسہ کی زندگی پر رحم کر میں آن کی آن میں تم سب کو دُنیا سے نابود کر دونگا۔ علی بے عقل اور کنجوس آدمی ہیں۔ نہ انمیں معاویہ جیسی سمجھ ہے نہ ان کی طرح وہ فیاض ہیں۔ اگر تو معاویہ کے دربار میں جائے گی تو علیؓ کو قیامت تک یاد نہ کرے گی کیونکہ معاویہ اپنے مددگاروں کو نہال کر دیتے ہیں اور علی ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتے۔

مالک کی بیوی نے جواب دیا۔ اگر علیؓ کسی کو ایک پیسہ نہیں دیتے تو اچھا کرتے ہیں اسواسطے کہ بیت المال حاجتمندوں کے لیئے ہی ذاتی نمود کے خوشامدیوں کو انعام تقسیم کرنے کے لیئے نہیں ہے تمہارا معاویہ اگر خدا کے خزانے اپنے خوشامدیوں کو تقسیم کرتا ہے تو بُرا کرتا ہے اس کو قیامت کے دن بیت المال کا حساب دینا ہو گا۔

اِس گفتگو کے بعد علاقہ دار کو غصہ آیا اور اس نے کہا میں تیری آنکھوں کو پھوڑ ڈالوں گا تاکہ تو آسمان کی بشارت کو نہ پڑھ سکے۔ مالک کی بیوی نے جواب دیا میرے دل کی آنکھیں اس بشارت

کو پڑھیں گی۔ علاقہ دار بولا میں تیرے دل کو بھی کچل ڈالوں گا۔ مالک کی بیوی نے کہا تو خدا خود یہ بشارت پڑھ کر میری روح کو سنائے گا۔

علاقہ دار۔ تو کیا وہ کاغذ مجکو نہیں دیگی؟

مالک کی بیوی۔ میرے پاس وہ نہیں ہیں۔

علاقہ دار۔ تجھے انکا علم ہے کہ کس کے پاس ہیں؟

مالک کی بیوی۔ مجھے اپنے علم سے کام لینے کی طاقت نہیں ہے۔

علاقہ دار۔ تجھے کام لینا پڑے گا اور بتانا ہوگا۔

مالک کی بیوی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

علاقہ دار نے یہ جواب سنکر حکم دیا دو آہنی تکلے آگ میں گرم کرکے لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے تو علاقہ دار نے کہا۔ دیکھ او ضدی عورت اب بھی مان جا۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے اندھی ہو جائیگی۔ مالک کی بیوی نے کہا اے شخص عورت پر ظلم نہ کر۔ یہ مسلمان کی اور عرب کی شان سے بعید ہے۔ علاقہ دار نے کہا میں رحم کرنے کو تیار ہوں مگر تو ہی مجھ سے ظلم کراتی ہے۔ اب بھی کاغذات کا پتہ بتا دے تو رہائی پا سکتی ہے۔ مالک کی بیوی تکلوں کو دیکھ کر کانپنے لگی اور اس نے کچھ سوچکر کہا۔ وہ کاغذات؟

علاقہ دار۔ ہاں۔ ہاں وہ کہاں ہیں۔ ہٹالو۔ یہ تکلے ہٹالو۔ اب تو یہ عورت کاغذات کا پتہ بتانا چاہتی ہے۔

مالک کی بیوی۔ کاغذات بتا دوں تو کیا میری آنکھیں نہیں پھوڑی جائیں گی۔

علاقہ دار۔ ہاں ہاں اور صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ کے دربار سے انعامات کی مستحق قرار پائیگی اور تو اولاد سمیت ساری عمر مزے کرے گی۔

معاویہ کا نام سنکر مالک کی بیوی کو پھر طیش آیا اور اس نے کہا۔

اے عرب۔ خوف نے مجھ کو دبا لیا تھا تکلیف کے خیال سے میری ایمانی قوت مغلوب ہو گئی تھی شاید میں اپنی آنکھ علی کے غم سے بھر جاتی۔ اور انکا راز میری زبان پر آجاتا! مگر تو نے معاویہ کا نام لیکر مجھ کو اس گناہ

سے بچالیا۔ میں تیرا احسان مانتی ہوں کہ عین نیت کے ڈگمگانے کے وقت تو نے اس شخص کا نام لیدیا جسکے نام اور انعام سے مجکو اتنی ہی زیادہ نفرت و عداوت ہے جتنی اپنے وجود کی راحت و سلامتی سے محبت ہے۔ پھوڑ ڈال آنکھیں پھوڑ ڈال کہ اب میرا ایمان آنکھوں کو قربانی میں مانگتا ہے۔

علاقہ دار نے حکم دیا۔ اور ٹکلے پھر لائے گئے۔ مالک کی بیوی کے ہاتھ پاؤں چار آدمیوں نے پکڑ لیئے اور اس کو پچھاڑ کر لٹا دیا گیا اور علاقہ دار نے خود وہ ٹکلے جو آگ میں تپ کر لال ہو رہے تھے اٹھائے اور دونوں گھٹنے اس بچاری کے سینہ پر رکھ کر چاہا کہ آنکھوں میں ان لال تکلوں کو گھونپ دے مگر پھر اسے کچھ خیال آیا اور اس نے ہاتھ روک کر کہا۔ اسکی بیٹی اور نواسہ کو دوسرے خیمہ سے یہاں لے آؤ۔ تاکہ وہ وہ بھی اسکی آنکھوں کا پھوٹنا دیکھیں۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں لائے گئے۔

فرحہ بنت مالک بن اشتر نے اپنی ماں کو۔ اور سعد بن طلحہ نے اپنی نانی کو اس حال میں دیکھ کر رونا اور چیخنا شروع کیا تو علاقہ دار نے فرحہ سے کہا۔ اگر تو بتا سکتی یا کاغذات دے سکتی ہے تو تیری ماں کو ابھی رہائی دیدی جائیگی۔ فرحہ نے کہا۔ میرا وہی جواب ہے جو میں ابھی تمکو خیمہ میں دیا تھا۔ کہ مجھے کاغذات کا صرف اتنا علم ہے کہ وہ کاغذ تھے اور ان پر کچھ لکھا ہوا تھا۔

علاقہ دار۔ تو پھر وہ کہاں ہیں؟

فرحہ بنت مالک۔ وہاں ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیئے۔

علاقہ دار۔ کہاں ہونا چاہیئے۔

فرحہ۔ جہاں وہ ہیں۔

علاقہ دار۔ شائد تجکو میرے قہر و غضب کی خبر نہیں ہے جو ایسی گستاخانہ شرارت آمیز بات چیت کرتی ہے۔ یاد رکھو تم سب کا یہیں خاتمہ ہونے والا ہے۔

فرحہ۔ مجھے تیرے قہر و غضب کا حال اچھی طرح معلوم ہے۔ وہ شیطان کے قہر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی یاد ہے کہ نہ صرف ہم مظلوموں کا اس زمین پر خاتمہ ہونیوالا ہے بلکہ تم سب ظالموں کا خاتمہ بھی اسی زمین پر ہوگا۔

علاقہ دار۔ او لڑکی زبان درازی نہ کر۔ اور بتادے کہ تو نے اور تیری ماں نے علیؑ کے پوشیدہ کاغذات کہاں رکھے ہیں۔ اور کس کو دئے ہیں۔

فرحہ۔ او کتے کے بچے تو بھی بھونکنا ترک کر۔ علیؑ کے کاغذات اسی کو دئے گئے اور وہیں رکھے گئے ہیں جہاں انکا رکھنا اور جس کو ان کا دینا مناسب تھا۔

علاقہ دار کی ان باتوں میں تکلے ٹھنڈے ہو گئے اور اس نے پھر ان کو گرم کر کے منگایا۔ اور مالک کی بیوی کو پچھاڑ کر تکلے اسکی آنکھوں کے پاس لے گیا۔ عورت تھرتھرانے لگی۔ اور اس نے کہا:۔

"اے سورج گواہ رہیو علیؑ کی محبت میں میری آنکھوں کا سورج غروب ہوتا ہے۔ اے آسمان تجکو گواہی دینی پڑے گی کہ میری آنکھیں علیؑ کی بلندی قائم رکھنے کی خاطر پھوڑی جاتی ہیں۔ اے علیؑ قربان تیرے نام پر اور صدقے ہزاروں آنکھیں تیرے کام پر"

یہ کہا اور چپکی ہو گئی۔ علاقہ دار نے دونو گرم گرم تکلے اسکی آنکھوں میں پھیر دئے جس سے عورت کے منہ سے بے اختیارانہ چیخ نکل گئی اور آنکھوں سے بھی ایک چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ عورت نے تب بے تحاشہ علاقہ دار کو اور امیر معاویہ کو گالیاں دینی شروع کیں اسپر علاقہ دار کو ایسا طیش آیا کہ اس نے وہ تکلے آنکھوں میں دوبارہ گھونپ دئے۔ جسکے سبب خون کا فوارہ ابلنے لگا۔

مالک کی بیوی کو تڑپتا چھوڑ کر علاقہ دار نے فرحہ بنت مالک کے ہاتھ پاؤں بندھوائے اور اسکو جلتی ریت پر ڈلوادیا اور خود کوڑا لیکر کھڑا ہوا اور بچاری کو مار مار کر پوچھنا شروع کیا بتا وہ کاغذات کہاں ہیں۔ فرحہ نے وہی جواب دیا جو کتاب کے شروع میں مذکور ہوا تو علاقہ دار نے کہا کہ ابھی تو کہتی تھی کہ وہ کاغذ تھے اور ان پر کچھ لکھا تھا۔ اور وہ ان کو دیدئے گئے جن کو دینے مناسب تھے اور اب کہتی ہے کہ میرے اور میری ماں کے پاس علیؑ کا کوئی مخفی نوشتہ نہیں ہے۔ نہ ہمنے کسی کو دیا نہ کہیں چھپایا تم شیعان علیؑ کتنے جھوٹے ہوتے ہو۔

فرحہ۔ ہم جھوٹے نہیں ہیں۔ سچے ہیں۔ پہلے جو کچھ کہا تھا وہ بھی سچ ہے اب جو کچھ کہتی ہوں وہ بھی جھوٹ نہیں ہے

اے سفاک! علیؑ کو مخفی کاغذات کی ضرورت نہیں ہے۔ انکے کام سب صاف اور کھلم کھلا ہیں۔ وہ خفیہ حکمت عملیوں اور مکاریوں سے خلافت چلانی نہیں چاہتے۔ انکو خلافت نام نمود اور حکومت کے شوق کے لئے درکار نہیں ہے۔ وہ تو خدا رسولؐ کے حقوق و فرائض اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت و اشاعت اور تکمیل کے واسطے ایک عادل سلطنت کے طلبگار ہیں۔ انکو تمہارے بادشاہ کیطرح جاہ و تمکنت کی تمنا نہیں ہے۔ سُن میں بتاتی ہوں علیؑ کا پوشیدہ کاغذ قرآن ہے۔ اس کو ہمنے دیکھا۔ اور پڑھا اور جو اسکا اہل تھا اس کو دیدیا۔ اور وہ وہیں ہے جہاں اسکو رہنا چاہیئے۔

علاقہ دار نے کہا۔ لڑکی تو مجکو فریب دیتی ہے یقیناً تجکو ان کاغذات کا علم ہے۔ بتا۔ ورنہ ابھی تیرے بچہ کو قتل کرتا ہوں۔

یہ کہکر اس نے سعد بن طلحہ کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹی۔ اور وہ بچہ منہ کے بل گر پڑا۔ علاقہ دار نے اس کو گھسیٹ کر اپنے پاس کھڑا کیا اور دونوں ہاتھوں سے معصوم بچہ کا گلا گھونٹنے لگا۔ سعد کی آنکھیں گلا گھٹنے سے باہر نکل آئیں اور اس نے دونوں ہاتھ اپنی ماں کی طرف پھیلا دئے گویا وہ اس سے مدد مانگتا تھا۔ فرحہ نے اپنے لاڈلے کے ننھے ننھے ہاتھ پھیلے ہوئے دیکھ کر اور اسکے نازک بدن کو گلا گھٹنے کی تکلیف سے لرزتا اور تھرتھراتا پاکر غل مچانا اور رونا شروع کیا۔ فرحہ کے غل نے مالک کی بیوی یعنی فرحہ کی والدہ کو ہوشیار کر دیا۔ جو آنکھوں کی تکلیف میں بیہوش پڑی تھیں اور وہ بچاری ہئے ہئے میرا بچہ۔ ہئے ہئے میرا معصوم کہتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ اور جدہر سے فرحہ کی آواز آتی تھی اُدہر دوڑی۔ اسوقت اسکے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں کا خون چہرہ پر جمکر سیاہ ہوتا چلا تھا اور تازہ خون رس رس کر لال لال ڈورے اس کے رخساروں پر جما رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کو پھیلائے اور دوڑی علاقہ دار کے آدمیوں نے دیکھ کر اس کے سر کے بال پیچھے سے پکڑ لیئے اور الٹی طرف سے پیچھے کو جھٹکہ دیا کہ وہ دوہری ہوکر پیچھے کو جھکی اور غش کھاکر پھر گر پڑی اور آنکھوں کا خون دوبارہ زور سے بہنے اور ابلنے لگا۔

فرحہ نے ماں کی تکلیف اور بچہ کی تکلیف سے گھبراکر کہا۔

ٹھیرو ٹھیرو۔ میں کا غذات کا پتہ بتاتی ہوں۔ میرے بچہ کو نہ مارو۔ علاقہ دار نے یہ سنکر سعد کو چھوڑ دیا۔ اور وہ بچہ سہم کر دوڑا اور اپنی ماں سے آکر چمٹ گیا۔

علاقہ دار۔ بتا او لڑکی علیؑ کے کاغذ کا حال بتا۔ ورنہ ابھی تو بچہ سمیت حلال کر دیجائے گی۔

فرحہ۔ اے ظالم میرا جسم اس گرم ریت سے جلا جاتا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں رسّی کی تکلیف سے دُکھے جاتے ہیں۔ اس اذیت میں میری زبان کام نہیں دیتی۔ تو مجھ کو کھول۔ اور سایہ میں بٹھا جب بتاؤنگی

علاقہ دار۔ میں تیری مکاری کو جانتا ہوں۔ وقت گزارنے اور ٹالنے کے حیلے چھوڑ۔ اگر تو اپنی اور بچہ اور ماں کی زندگی چاہتی ہے تو کاغذات کا پتہ بتا دے۔ ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو۔ میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ تجکو کھولدوں

فرحہ۔ اگر تجکو میرا اعتبار نہیں ہے تو خدا میرا اعتبار کریگا۔ اور تجکو تیرے ہاتھ سے رہائی دلوائے گا۔

علاقہ دار۔ خدا کو تیرا اور علیؑ کا اعتبار ہوتا تو یہ دن نصیب نہ ہوتا۔

فرحہ۔ خدا اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ یہ تکلیف ہمارا امتحان ہے تو اسپر گھمنڈ نہ کر۔

علاقہ دار۔ پھر وہی باتیں۔ میں فضول وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا اگر تو نہیں بتانا چاہتی تو لے میں پہلے تیرے بچہ کو قتل کرتا ہوں اور پھر تجھ کو اور تیری ماں کو ہلاک کروں گا۔

یہ کہکر علاقہ دار نے چاہا کہ فرحہ کے بچہ پر ہاتھ بڑھائے کہ یکایک ایک:۔

شتر مرغ شتر سوار

خیموں کے پیچھے سے نکلکر سامنے آیا۔ اور شتر مرغ نے نہایت فصیح عربی میں کہا۔ او عرب میں خدا کی مدد ہوں اور تم سب ظالموں کو تباہ کرنے آیا ہوں۔

شتر مرغ کو انسانی آواز میں بولتا دیکھ کر علاقہ دار اور اس کے آدمی ڈر گئے اور خوف کھا کر خیموں کے اندر بھاگے۔

انکے بھاگتے ہی دو سانڈنی سوار آئے اور انہوں نے فرحہ۔ اسکی ماں اور بچہ کو اُٹھا کر اپنے پاس بٹھایا۔ یہ سوار انسانی صورت میں تھے۔ جب یہ سانڈنی سوار عورتوں کو سوار کر چکے اور چلے تو شتر مرغ نے بھی اپنے اونٹ کو دوڑایا۔ اور تھوڑی دیر میں تینوں اونٹ نظروں سے غائب ہو گئے۔

جب شتر مرغ شتر سوار اور سانڈنی سوار قیدیوں کو لیکر چلے گئے تو علاقہ دار نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ تمنے کچھ سمجھا کہ اونٹ پر شتر مرغ کیونکر سوار ہوا۔ اور اس نے انسانی آواز میں بات چیت کس طرح کی۔ اسکے آدمیوں نے جواب دیا۔ علیؑ ایک بڑے جادوگر ہیں۔ یہ سب انکی ساحری کے تماشے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ تم لوگ نہایت احمق اور جاہل ہو۔ اونٹ پر شتر مرغ سوار نہ تھا بلکہ کوئی آدمی تھا جس نے شتر مرغ کی کھال اپنے اوپر ڈال رکھی تھی۔

علاقہ دار۔ یہ خیال غلط ہے۔ اگر وہ آدمی ہوتا اور اس نے شتر مرغ کی کھال اپنے اوپر ڈالی ہوئی ہوتی تو اتنی لمبی گردن اور پتلے پتلے پاؤں کیونکر قائم رہتے میں نے خود دیکھا کہ جب شتر مرغ نے بات کی تو اسکی چونچ کھلی اور اسکے پاؤں بھی شتر مرغ کے سے تھے۔

علاقہ دار کا ملازم۔ یہ آپنے درست فرمایا۔ مگر یہ بھی آپنے دیکھا ہوگا کہ شتر مرغ کے ہاتھ بھی تھے۔ جس سے وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ حالانکہ شتر مرغ کے صرف دو پاؤں ہوتے ہیں۔ ہاتھ نہیں ہوتے۔

علاقہ دار۔ ہاں یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ اس کے ہاتھ پروں میں پوشیدہ مہار پکڑے ہوئے تھے مگر تمنے لمبی گردن اور پیروں کا جواب نہ دیا۔

ملازم۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ گردن کے اندر لوہے کی سلاخ لگادی ہوگی جس سے وہ سیدھی رہی۔ اور چونچ کھولنے کے لئے تاروں سے کام لیا ہوگا۔ اور پاؤں بھی بناوٹی ہونگے۔

علاقہ دار۔ تمہاری اس بات سے تو مجکو بھی شبہ ہوتا ہے۔ تو آؤ چلو ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر چلیں اور ان لوگوں کو تلاش کریں۔ ہم نے بڑی غلطی کی۔ اور بہت دھوکا کھایا۔ شتر مرغ شتر سوار سے ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی۔

یہ کہکر وہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شتر سواروں کے نشانات قدم پر گھوڑے ڈالدیئے۔

دوسرا باب
ریحانہ کا سفر شام

شتر مرغ صاحب! ذرا ٹھیریئے۔ اس صحرائی پیاسے کو اکیلا نہ چھوڑیئے۔ مانا کہ آپ بڑے شہسوار ہیں۔ مگر پیدلوں کی رعایت بھی کرنی ضروری ہے۔

ریحانہ نے اونٹ پر سے مڑکر جابر کو دیکھا اور مسکرا کر کہا تم بہت آہستہ چلتے ہو۔ مجھے ڈر ہے دشمن ہمارا تعاقب کریں گے۔ اسواسطے ہمکو جلدی چلنے کی ضرورت ہے۔

جابر۔ میں اس جلدی کی وجہ کو سمجھتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ مجکو فرحہ کی والدہ کا خیال ہے کہ ان کی آنکھوں کے زخموں کا علاج نہ کیا گیا تو شاید جان کو خطرہ پہنچیگا۔ اسواسطے ہمکو اگلی منزل پر طبیب کا بندوبست کرنا چاہیئے اور وہ جبھی ہو سکتا ہے کہ فرحہ کے آنے سے پہلے ہم منزل پر پہنچ جائیں۔ اور طبیب کو تیار رکھیں

ریحانہ۔ ہم تم فرحہ سے پہلے ہرگز نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ان کو بالکل غیر معروف مگر بہت ہی قریبی راستہ سے روانہ کیا گیا ہے تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ ہمکو اگر دشمنوں نے دیکھ لیا تو پہچان نہ سکیں گے۔ کیونکہ اب ہم شتر مرغ کے خول سے نکلکر آدمی کے خول میں آگئے ہیں۔ پھر بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔

تم سے میں نے کہا تھا کہ حریفوں کا ایک اونٹ لے لو جو راستہ میں اکیلا کھڑا تھا مگر تمنے کچھ خیال نہ کیا۔ اور پیدل ہی رہے۔ شائد تمنے خیال کیا ہوگا کہ ریحانہ اپنے اونٹ پر مجکو جگہ دیدیگی لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

جابر۔ میں کب کہتا ہوں کہ کبھی یہ ہو سکیگا کہ میں آپکے اونٹ کو چلاؤں اور آپ میرے پیچھے آرام سے بیٹھی رہیں۔ میری عرض تو یہ ہے کہ اونٹ کو ذرا آہستہ چلائیے۔ اور مجھ کو اکیلا نہ چھوڑ جائیے۔

ریحانہ۔ میں آپ کے اکیلے رہجانے کا خیال کروں یا اپنی والدہ اور بہن فرحہ تک پہنچنے کو دیکھوں مرد ذات ہو دوڑ کر چلو۔

جابر۔ کتنا دوڑوں۔ آپ تو ہوا سے باتیں کرتی ہوئی چلتی ہیں۔ اور ہاں ریحانہ پھر ایسا موقع میسر آئیگا

کہ میرے تمہارے سوائے تیسرا کوئی نہو۔

ریحانہ۔ اگر ایسا موقع کبھی نہ ملے تو میرا کچھ حرج نہیں ہوگا۔ کہو تم اس موقع سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ جلدی کہو۔ مگر جلدی چلو۔ باتوں میں راستہ کا حرج نہو۔

جابر۔ تمہاری اس بے رخی سے جو غالباً تم مصنوعی طور سے ظاہر کرتی ہو مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے اگر مجھ کو اور تم کو ایسے تخلیہ کا موقع کبھی نہ ملے تو کیا واقعی تم کو ہلکا افسوس نہو گا۔ کیا سچ مچ تم نے ابتک میرے سچے میلان طبع کا یقین نہیں کیا۔

ریحانہ۔ دیکھو جابر۔ تمہاری نظر اس عمر کے جس پہلو پر جاتی ہے میں اس سے قطعاً بے خبر رہنا چاہتی ہوں مجھے حضرت علیؑ کے دشمنوں سے انتقام لینے کے سوا اور کسی خیال کو دل میں جگہ دینے کی فرصت نہیں ہے ممکن ہے کہ تمہارے دل میں میرا کچھ خیال ہو مگر افسوس ہے کہ میں باوجود اسکے کہ اپنے محبت کرنیوالے کی قدر کرنی ضروری سمجھتی ہوں آج کل سوائے اسکے کہ شام پہنچوں اور دشمنان حضرت علیؑ کو پامال کروں اور کوئی بات دیکھنی سننی سمجھنی اور دل میں رکھنی نہیں چاہتی۔ اے جابر تمہاری ہمراہی میں نے صرف اسوجہ سے قبول کی کہ تم حضرت علیؑ کے سچے محب ہو اور دشمنوں کو زک دینے کا جوش دل میں رکھتے ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ملک شام اور وہاں کے امیروں کے اندرونی حالات کا تم کو علم ہے۔

میں اپنے باپ مالک بن اشتر کے والی مصر بنائے جانے سے پہلے ہی دمشق پہنچنے اور ایک بڑا کام انجام دینے کی تجویز کر چکی تھی۔ اور میری بہن فرحہ نے بھی میرے ساتھ چلنے کا قصد کر لیا تھا کیونکہ وہ بیوہ تھی اور خانگی زندگی کا بکھیڑا اس کے ذمہ نہ تھا۔

اگر ہمارے والد مصر پہنچ جاتے تو بھی ہم وہاں سے فوراً واپس آکر شام جانیکا قصد کرتے اور اب تو دوہرا فرض ہمپر شامیوں سے بدلہ لینے کا ہے۔ ایک اپنے آقا امام کی نصرت اور دوسرے اپنے باپ کے خون کا عوض۔

تم نے اس عرصہ میں جس قسم کی شرافت اور موانست کا اظہار کیا۔ اس کو میں اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں اور میرا دل تمہاری نگاہوں کی طلب کو واپس کرنا نہیں چاہتا۔ مگر جابر اتنا کہکر ریحانہ کی

آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور جابر نے بے اختیار ہو کر کہا۔

جابر۔ ریحانہ تم دل کو بھاری نہ کرو بے شک باپ کی موت اور والدہ کی آنکھوں کا صدمہ بہت سخت واقعات ہیں۔ مگر عنقریب شام کے ملک میں ایک بڑا انتقام تمہارے دل کو تسلی دیدے گا میں نے جو ارادہ کیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ جب وہ پورا ہو گا تو تم خوشی میں دیوانی ہو جاؤ گی اور مجکو بیجا با گلے لگا کر شکریہ ادا کرو گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ خدا بھی مجھسے راضی ہو گا کہ میں اپنے امام کی خدمت ادا کرونگا لیکن تم کو میرا دل ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہے۔ تم ایسی سرد مہری کی باتیں نہ کیا کرو جس سے میرے دل میں مایوسی پیدا ہو۔

ریحانہ۔ مجھے تمہاری باتوں میں صداقت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم دمشق میں کوئی بہت ہی بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔ کیا وہ قتل معاویہ سے بھی بڑا ہے جس کو میں نے اپنے لیئے اور فرحہ کے واسطے تجویز کیا ہے۔

جابر۔ ہاں میں نے ایسا قصد کیا ہے جو تمہارے ارادہ سے بڑا ہے۔ میں بنی امیہ کے تمام بڑے بڑے آدمیوں کو زہر سے ہلاک کر دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایک معاویہ کے مر جانے سے حضرت علیؓ کی دشمنی اور حق و عدل کی عداوت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ بنی امیہ میں جتنے آدمی حکومت اور لڑائی کا دماغ رکھتے ہیں۔ ان سب کو مار ڈالنا چاہئے۔

ریحانہ۔ بیشک جابر یہ تو بہت بڑا ارادہ ہے۔ خدا تم کو کامیاب کرے۔ مگر کیا تمنے حضرت علیؓ سے اسکا فتوےٰ لے لیا ہے؟ کیونکہ وہ کوئی کام بغیر قرآن و اسلام کے نہ خود کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ میں نے بھی ایک تجویز ان کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جبکہ صفین میں امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ عمر عاص کے مشورہ سے فریب کیا تو میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا تھا کہ آپ اجازت دیں تو میں خفیہ طور سے امیر معاویہ اور عمر عاص کو زہر سے ہلاک کرا دوں۔ مگر حضرت علیؓ نے اسکی اجازت نہ دی اور فرمایا۔ "ہر خون حشر کے دن زیر پرسش ہو گا کہ کس وجہ سے بہایا گیا۔ معاویہ اور عمر عاص کی نسبت ابھی میں مخفی قتل کا فتوےٰ نہیں دے سکتا۔ البتہ میدان جنگ میں وہ مارے جائیں تو بات دوسری ہے

جابر نہیں ریحانہ میں نے حضرت علیؑ سے تو نہیں پوچھا۔ یہ کہتے وقت جابر کے چہرہ پر گھبراہٹ سی طاری ہوئی جسکو ریحانہ نے تعجب سے دیکھا اور کہا:۔

ریحانہ۔ جابر تمنے سُنا ہوگا میں مالک ابن اشتر کی بیٹی ہوں۔ کیا تم اس کو جانتے ہو۔

جابر۔ یہ تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ کیا میں پندرہ دن سے تمہارے ہمراہ نہیں ہوں۔ اور سب حالات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے۔ بیشک تم مالک کی چھوٹی بیٹی ہو۔

ریحانہ۔ تو بس اس کو یاد رکھو۔ بھول نہ جانا کہ مالک بہت دور اندیش اور ہوشیار آدمی تھا۔ علاوہ دیں کے یاتھ سے زہر کھاکر مرجانا ایک اتفاقی بات تھی ورنہ کبھی دھوکہ نہ کھا سکتا تھا۔

جابر۔ میں نہیں سمجھا۔ اس ہدایت سے تمہاری کیا غرض ہے۔ یہ کہتے وقت پھر جابر کے چہرہ پر اضطراب طاری ہوا۔ اور ریحانہ نے اس کو دیکھا۔ مگروہ دانستہ اس کو ٹال گئی۔

مغرب کے قریب یہ دونوں منزل پر پہنچے جہاں فرحہ اسکی والدہ اور بچہ پہلے سے موجود تھے۔ جابر اور ریحانہ نے بھی وہیں قیام کیا جہاں یہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ریحانہ نے اپنی والدہ کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ زخموں کی تکلیف سے بیہوش ہے۔ اور راستہ میں بڑی تکلیف کا سامنا رہا۔ ریحانہ نے جابر سے کہا آبادی میں کوئی جراح ہو تو لاؤ۔ جابر فوراً باہر گیا جب باہر چلا گیا تو ریحانہ نے فرحہ سے کہا مجکو اس شخص پر شک ہے کہ یہ امیر معاویہ کا جاسوس نہو۔ فرحہ نے کہا۔ اس نے ہماری ایسی خدمت کی ہے کہ کسی طرح یہ شک اسپر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ جابر جراح کو لیکر آیا۔ اور جراح نے کچھ دوا فرحہ کی والدہ کی آنکھوں پر لگائی۔ اور چلا گیا۔ جابر بھی عورتوں سے الگ ایک بڑے نی حصہ میں جاکر سو گیا۔ صبح کو یہ لوگ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ فرحہ کی والدہ مری پڑی ہے۔ پہلے تو یہ سب خوب روئے اس کے بعد اسی آبادی کے قبرستان میں اس کو دفن کرکے آگے روانہ ہوئے۔

جب دمشق ایک منزل رہ گیا تو جابر نے درد سر کی شکایت کرکے کہا کہ دو روز یہاں قیام کرنا چاہیئے۔ فرحہ اور ریحانہ نے اس کو قبول کر لیا۔

رات کو جابر سوتا تھا کہ ان عورتوں نے دیکھا کہ وہ سوتے میں اپنے پاؤں کو زور زور سے ہلا تا ہے

فرحہ و ریحانہ بھی بظاہر سوتی تھیں مگر جابر کی اس حرکت کو انہوں نے دیکھا۔ اور خیال کرتے کرتے ان کو معلوم ہوا کہ جابر کے پاؤں میں کوئی ڈورا بندھا ہوا ہے۔ اور پاؤں کی حرکت سے وہ ڈورا بھی ہلتا ہے ڈورا مکان کے باہر تک پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ عورتوں کو جابر کی اس حرکت سے شبہ ہوا مگر سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ انکو نظر نہ آیا۔ تاہم وہ ہوشیار ہو گئیں اور کسی خطرہ کی آمد کا انتظار کرنے لگیں۔

تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے دیکھا کہ چار آدمی سیاہ لباس پہنے ہوئے مکان کے اندر آئے اور انھوں نے آتے ہی جابر کو پکڑ کر باندہ لیا۔ اور اس کے بعد عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

جابر کی نسبت فرحہ اور ریحانہ کو پکا شبہ ہو گیا تھا کہ وہ جاسوس ہے۔ مگر جابر گرفتار ہونیکے بعد سیاہ پوش لوگوں سے اس طرح گفتگو کرتا تھا گویا اس کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور وہ ناگہاں اس آفت میں مبتلا ہو گیا ہے۔

سیاہ پوش آدمیوں نے عورتوں اور جابر کو کالی چادروں میں باندہ لیا۔ اور مکان کے باہر لائے جہاں چند اونٹ تیار کھڑے تھے انکے کجاووں میں یہ قیدی ڈال دیئے گئے۔ اور اسوقت یہ اونٹ کسی نامعلوم سمت کو روانہ ہو گئے۔ فرحہ اور ریحانہ اور فرحہ کا لڑکا ایک ہی اونٹ پر سوار تھے فرحہ نے ریحانہ سے کہا معلوم ہوتا ہے ہمارے ہمراہی جاسوس نے ہمکو اس بلا میں پھنسایا ہے۔

ریحانہ۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ البتہ مجھے شک ضرور ہے کہ جابر کا اس معاملہ میں کچھ دخل ہے۔

فرحہ۔ اب شک نہیں یقین کرنا چاہیئے۔ کیا تمنے ڈورا نہیں دیکھا جو جابر کے پاؤں میں تھا۔ اور اسکے ہلانے سے یہ سیاہ پوش اندر آئے۔

ریحانہ۔ خیر خاموش رہو۔ اور استقدی سے آئندہ حالت کا انتظار کرو۔ اب یہ بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔

تیسرا باب
سات برس کا پرانہ عاشق

صبح کے وقت اونٹ ایک آبادی میں داخل ہوئے جو بہت چھوٹی سی بستی معلوم ہوتی تھی لیکن مکانوں کی ستھرائی اور باغوں کی خوشنمائی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی دولتمند شخص رہتا ہے۔ اونٹ ایک شاندار مکان کے سامنے ٹھہر گئے۔ اور چند رومی غلاموں نے جابر کو اور عورتوں کو اونٹوں سے اُتار کر ایک مکان میں پہنچایا جہاں ہر قسم کا مکلف اسباب خانہ داری موجود تھا۔ کچھ دیر کے بعد غلاموں نے ریحانہ اور جابر کو وہاں سے اُٹھالیا اور کہیں اور لے گئے۔ فرحہ اور اسکے لڑکے کو وہیں چھوڑ دیا۔

فرحہ حیران تھی مگر سیاہ چادرہ سے اسکے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ فقط چہرہ آزاد تھا وہ مکان کو اور اس تماشہ کو حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ ایک عورت آئی اور اس نے عربوں کے دستور کے موافق فرحہ کو مرحبا و اہلا و سہلا کہکر چادرہ کی قید سے رہائی دی اور کچھ میوہ اس کے سامنے لاکر رکھا اور اسکے لڑکے سے کہا کہ آؤ میاں صاحبزادے اپنی والدہ کے پاس بیٹھو اور میوہ کھاؤ۔

فرحہ ۔کیا تم بتا سکتی ہو کہ میں کس شہر میں اور کس کے مکان میں ہوں اور مجھ کو یہاں کس غرض سے لایا گیا ہے۔

خادمہ عورت۔ یہ دمشق کے قریب ایک بستی ہے جہاں یزید ابن ابی سفیان کے صاحبزادہ خالد رہتے ہیں اور انہی کی طرف سے میں آپکی میزبانی پر مقرر ہوئی ہوں۔

فرحہ۔ مگر ہمکو قیدیوں کی طرح لانیکی کیا وجہ پیش آئی۔

خادمہ۔ آپ مالک ابن اشتر جیسے سپاہی کی بیٹی ہیں اور سپاہی کو سپاہیانہ شان سے لانا چاہیئے تھا۔

فرحہ۔ یہ سپاہیانہ شان نہیں ہے بلکہ چوروں اور ڈاکوؤں کا سا طریقہ ہے۔

میں آپکا چرایا ہوا مال ہوں

خادمہ نے فرحہ کی بات کا کچھ جواب نہ دیا اور ہنستی ہوئی اُٹھکر بھاگ گئی اور فرحہ کی پشت پر سے کسی نے آواز دی۔ جی ہاں آپ سچ کہتی ہیں یہ طریقہ چوروں کا سا ہے۔ اور دیکھئے میں آپکا چرایا ہوا مال ہوں جس کو آپنے سات برس پہلے چرایا تھا۔ تو کیا چوروں کو قید کرنا جائز نہیں ہے۔

فرحہ نے پیٹھ پھیر کر دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان یمنی حریر کی چادر کندھے پر ڈالے۔ سبز ریشمی عمامہ باندھے کالی کالی زلفیں لٹکائے کھڑا ہے اور مُسکرا مُسکرا کر یہ باتیں کرتا ہے۔

فرحہ نے حیا سے اپنی چادر کا سرا چہرہ پر جھکا لیا۔ اور کہا۔ مجکو نامحرم مردوں سے بات کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ خدا آپکو چاند کی طرح روشن رکھے غیر عورت کے پاس سے ہٹ جائیے۔

خالد بن یزید۔ فرحہ تم غیر آدمی کے گھر میں نہیں ہو۔ اگرچہ میں ایک اموی شخص ہوں مگر حضرت علیؓ کا دوست اور خیر خواہ دل میرے سینہ کے اندر ہے۔ میں تمہارے سامنے ایک نہیں بلکہ دو خونوں کی فریاد لایا ہوں۔ کیا تم انکا فیصلہ کرنا چاہتی ہو۔

فرحہ۔ میں نہیں سمجھی کہ یہ غیر آدمی کا گھر کیوں نہیں ہے۔ اور ابوسفیان کا پوتا حضرت علیؓ کا دوست کسطرح ہو سکتا ہے۔ اور وہ دو خون کون سے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ عورت فریاد کیا کرتی ہے فریاد سُنا نہیں کرتی۔

خالد بن یزید۔ جناب فرحہ آپکا توحید کی شرکت کے سبب میں تمہارا اپنا ہوں غیر نہیں ہوں۔ اور ابوسفیان کا پوتا حضرت علیؓ کا دوست اسی طرح ہو سکتا ہے جسطرح ابولہب کا بھائی ابوطالب رسول خدا کا دوست ہو سکا تھا۔ وہ دو خون تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ایک تو آج ہوا ہے اور ایک سات برس پہلے ہوا تھا جبکہ تمنے خالد کی درخواست نکاح کو اموی ہونے کے سبب رد کر دیا تھا حالانکہ تم کو معلوم تھا کہ خالد تم سے محبت کرتا ہے۔ اور دوسرا خون یہ کیا کہ بنی اُمیہ کو قتل کرنے کے قصد سے آئیں اور دمشق کے اندر جانے سے پہلے مجھ کو کہ کچھ زیادہ اموی نہیں ہوں۔ بے خطا ذبح کر ڈالا۔

فرحہ کو خالد بن یزید کی فصیح و بلیغ اور محبت کے نشتروں سے آراستہ تقریر نے حیران کر دیا۔ اسکو

یاد آگیا کہ بیشک خالد نے مجھ سے نکاح کی خواہش کی تھی۔ اور میں نے اموی ہونے کے سبب قبول نہ کیا تھا۔ لیکن میں نے اپنی ایک سہیلی سے کہا تھا کہ میں خالد کی صورت و سیرت کو پسند کرتی ہوں مگر نسب کو پسند نہیں کر سکتی۔

فرحہ کو یہ خیال آیا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گئی۔ اسکا دل دھڑکنے لگا۔ وہ بھول گئی کہ میں کسی بڑے ارادے سے آئی ہوں اور فطرت کے نسوانی جذبہ نے اس کو خالد کے سامنے مغلوب کر دیا۔ اور اس کے دل میں خالد کی محبت کا ایک ولولہ شدت کے ساتھ پیدا ہو گیا۔ مگر اس نے خیال کیا کہ اس میں کچھ فریب نہو کیونکہ خالد کو میرا یہ بھید معلوم ہے کہ میں امیر معاویہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئی ہوں۔ شاید خالد نے طعن کے طور پر مجھ سے یہ باتیں کی ہیں۔

ان خیالات میں کچھ دیر خاموش رہ کر فرحہ نے کہا۔

جناب عالی۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے ایک دفعہ خیال کیا تھا کہ آپ بُرے آدمی نہیں ہیں۔ مگر کیا ضرور ہے کہ اب بھی میرا وہی خیال قائم ہو۔ معلوم ہوتا ہے آپکو اپنے جذبات بیان کرنے کا ہنر بہت عمدگی سے سکھایا گیا ہے۔ یا شاید آپ عورتوں سے بات کرتے وقت باتوں کی مبالغہ آمیز شاعری خوب کر سکتے ہیں۔ ہاں جناب جس اموی پر قابو پاؤں گی اس کو قتل کر ڈالوں گی۔ مگر آپ جبکہ اموی ہونے سے انکار کرتے ہیں تو کیونکر بنی اُمیّہ کی دشمن عورت کے ہاتھ سے ذبح ہو سکے؟

میرا دل دُکھا ہوا ہے۔ اسی مہینہ میں اموی سفاکوں نے میری ماں باپ کو قتل کیا ہے۔ کیسا مالک کی انتقام پرست لڑکی سے آپکو ڈر نہیں لگتا جو اسکے سامنے آپ میل جول کی محبت ظاہر کرتے ہیں۔ میں اس عارضی خیال کی بنا پر جو شائد کبھی میرے دل میں آپ کے حسن و جمال اور کمالات کی شہرت کے سبب پیدا ہوا ہو گا اس قابل دیکھتی ہوں کہ اپنے خونی اور خوفناک قصد سے بچنے اور محفوظ رہنے کا مشورہ دوں۔ کہ جس کو ایک دفعہ محبت سے یاد کیا گیا ہو۔ اس پر عداوت کی نگاہ ڈالنی یکایک آسان نہیں معلوم ہوتی۔

مصیبتوں نے مجکو پتھر بنا دیا۔ اور میں کتنی جلدی بے غیرتی سے نامحرم کے سامنے بولنے

لگی۔ مگر اُمید ہے کہ میرے اس فوری جواب سے آپکو اس خیال کے تبدیل کرنے میں آسانی ہوگی جو میرے یہاں منگوانے کا باعث ہوا ہے آپکی مہربانی ہو اگر آپ یہاں سے اُٹھکر باہر چلے جائیں۔ کیونکہ مجکو غیر مرد کے ساتھ ایک مکان میں تنہا بیٹھنے سے شرم آتی ہے۔

خالد۔ مجھے خوش ہونا چاہیئے اپنی قسمت پر کہ مالک ابن اشتر کی بیٹی کے دل میں کسی وقت میری صورت یا سیرت کے بارہ میں اچھا خیال گزرا تھا۔ حالانکہ شیعان علیؓ خصوصاً قاتان عثمان کے دل اموی خاندان کے کسی خوبی کو دیکھنا اور خیال میں لانا شرک کفر سے بدتر سمجھتے ہیں۔ اے فرحہ میں جانتا ہوں تم اس باپ کی بیٹی ہو جس نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں بڑا حصہ لیا تھا۔ اور جو بنی اُمیہ کا حضرت علیؓ سے بھی بڑا دشمن تھا۔ مگر عشق ایک ایسا مذہب ہے۔ جو مذہبی۔ خاندانی اور تمام جسمانی اور روحانی عداوتوں کو طاق پر رکھوا دیتا ہے۔ میں نے برسوں اس مسئلہ پر غور کیا۔ مگر دشمن کی بیٹی کا خیال میرے دل سے دور نہ ہو سکا۔

کہنے اور دیکھنے میں فرحہ میری قید و حراست میں ہے لیکن حقیقت میں خالد فرحہ کا قیدی اور نظر بند ہے۔ اگر وہ اموی خون کی دشمنی کے سبب مجکو ہلاک کر دینا چاہے گی اور اسکا دل میرے خون بہانے سے خوش ہوگا تو میں بے تامل اپنا خون اس کو معاف کر دونگا۔ اگر وہ فرحہ تم ہی ہو تو لو یہ خنجر حاضر کرتا ہوں۔ میرے سینہ میں مارو میرا گلا کاٹو۔ میری آنکھیں پھوڑو جس طرح چاہے اس کو کام میں لاؤ۔ مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔

مجھے تمہاری ہر بات اور ہر نقل و حرکت کی اطلاع ملجاتی تھی۔ میں اسکو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ تم مالک کی بیٹی اور میری دشمن ہو۔ اور بنی اُمیہ کے تاجدار امیر معاویہ کا قتل تمہارا مقصد ہے۔ مگر مجھ کو دل نے مجبور کر دیا اور اب مرنے کے لیئے میں بالکل آمادہ ہوں۔

تم مجکو مشورہ نہ دو۔ تم اپنا ارادہ پورا کرو۔ اگر اب تمہارے دل میں وہ پہلا خیال نہیں ہا تو پھر ناحق مجکو سمجھاتی ہو۔ ایسی حالت میں کہ تمہارے دل نے میری محبت کو اپنے اندر سے نکالدیا یہی بہتر ہے کہ میں مر جاؤں اور اس تکلیف کے احساس کے لیئے زندہ نہ رہوں۔

تم کہتی ہو تم نے جلدی اپنا خیال بے شرمی سے ظاہر کر دیا میں کہتا ہوں اگر تم کچھ نہ کہتیں تب بھی میری بدقسمتی ظاہر ہو جاتی۔ اچھا میں اگر غیر ہوں تو یہاں سے جاتا ہوں لیکن غیر آدمی کو گھر سے نہ نکالو بلکہ تن سے نکالدو اور یہ خنجر مجکو میرے بدن سے جلدی خارج کر سکتا ہے۔ کیا تم میرے قتل پر آمادہ ہو۔ لو فرحہ یہ خنجر۔

فرحہ۔ بس خالد زیادہ آگے نہ بڑھو۔ تم نے اس ملک کو فتح کر لیا جو فتح کے قابل نہ تھا اس خنجر کو سامنے لانیکی ضرورت نہ تھی۔ اگر بات میں طاقت ہے تو میں نے تمکو ذبح کر دیا اور تم نے مجکو مار ڈالا۔ اب تم کو اس موت کے بعد اور مجکو اس ہلاکت کے پیچھے کچھ سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت نہیں۔

خالد نے فرحہ کے یہ الفاظ سُنے تو مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ خدا نے مجھ پر رحم کیا۔ اپنے بچہ کو مجھے دو کہ اس کو میں پیار کروں۔ اور باہر جاؤں۔

چوتھا باب

وردہ بنت یزید

تمہارا نام وردہ ہے یقیناً تم گلاب کے پھول کی ایک پنکھڑی ہو۔ مگر جس درخت میں خدا نے تمہیں پیدا کیا وہ کانٹوں سے لبریز ہے۔

یزید ابن ابی سفیان کی بیٹی کو سب ہاشمی جانتے ہیں۔ اموی اور ہاشمی میں ایک دیوار کا فرق ہے۔ تم میں اور مجھ میں ایک ہی خون ہے مگر تمہارے خاندان نے حکومت کو مذہب اور کنبہ کی محبت سے بڑھا دیا ہے۔ تم لوگ تاجدار بن گئے۔ اور بنی ہاشم کو دُنیا سے نابود کر دینا اپنا شعار بنالیا اب میں کیونکر یقین کروں کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو کہ تم لوگوں کی سیاسی تلوار ہر وقت ہمارے حلقوم پر چمکتی رہتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو جھوٹا کہوں۔ ممکن ہے تم کو مجھ سے محبت ہو۔ اور میرے ساتھ دمشق سے نکل چلنا واقعی طور سے تم نے ٹھہرا لیا ہو۔ مگر میں تمہارے امیر معاویہ کی موجودگی میں

ایسا کوئی کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوں جو ہاشمی عادت کے خلاف ہو۔

وردہ - سنو ابراہیم۔ اگر تم کو میرا اعتبار نہیں ہے تو معاویہ کا کٹا ہوا سر گواہی میں پیش کر سکتی ہوں۔ کیا تم یہ شہادت چاہتے ہو۔

ابراہیم - نہیں میں ہاشمی ہوں اور ہاشمی ناروا خون بہانا پسند نہیں کرتے۔ میری درخواست صرف یہ ہے کہ تم اس خیال کو دل سے نکال ڈالو۔

وردہ - میں سمجھی کہ تم کو بنت سرجون کے سامنے میری قدر و قبولیت سے انکار ہے۔ کیا وہ رومی عیسائی لڑکی ایک مسلمان عورت سے زیادہ ہے۔

ابراہیم - بنت سرجون کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ سرجون کے پاس میں کئی بار ایک ذاتی ضرورت سے گیا ہوں اسکے لڑکے سے ملاقات ہے جو یزید بن معاویہ کے مصاحبوں میں ہے مگر سرجون کی لڑکی کو میں نہیں جانتا۔ رات زیادہ آئی۔ تم کو اب گھر جانا چاہیئے۔

وردہ - اچھا میں جاتی ہوں تم گھبراؤ نہیں لیکن کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ سرجون نے تم کو امیر معاویہ کے ان خاص منصوبوں کی بابت کچھ اطلاع دی جن کا تعلق حضرت علیؓ سے ہے۔

ابراہیم - میں دمشق کسی تحقیقات کے واسطے نہیں آیا۔ سرجون بیشک امیر معاویہ کا میر منشی ہے مگر میری اسکی ملاقات ایک ذاتی معاملہ کے لیے تھی جسکا تعلق تجارت سے ہے حضرت علیؓ کے معاملات سے اس کو کچھ سرکار نہیں تھا۔

وردہ - شاید تم سچ کہتے ہو۔ اور بنت سرجون نے وہ خفیہ کاغذات کسی اور ابراہیم کو دئے ہوں۔

وردہ کا یہ جملہ سنکر ابراہیم سناٹے میں رہ گئے۔ اور انہوں نے گھبرا کر کہا۔ کیسے خفیہ کاغذات میں نہیں سمجھا۔

وردہ - پریشان نہ ہوجئے جناب۔ آپ کو عورتوں کے دل پر قبضہ کرنا آتا ہے تو کاغذات پر قبضہ کیا دشوار ہے۔ کیا خارجیوں والی یادداشت آپنے بنت سرجون سے حاصل نہیں کی۔ کیا وہ خط و کتابت آپکو نہیں دی گئی جو دربار دمشق اور سرداران خوارج کے درمیان خفیہ طریقہ سے ہوئی اور جس میں خارجیوں کو حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے کے لیئے روپیہ اور ہتھیاروں کی مدد دینے کا معاہدہ ہوا تھا

ابراہیم۔ خارجی تو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کے دشمن ہیں۔ تم کیا کہتی ہو۔ مجھے کسی خط و کتابت اور معاہدہ کا علم نہیں ہے۔

وردہ۔ ہاں خوارج امیر معاویہ کے بھی دشمن ہیں مگر حضرت علیؓ سے مقابلہ کرنے کے لیے انکے بعض سرداروں نے معاویہ کی پوشیدہ امداد قبول کر لی تھی۔

ابراہیم! تمہارے کام کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اپنے سفر مدینہ کے بعد سے تمہارا خیال دل میں رکھتی ہوں۔ اور جب میں نے معلوم کیا کہ یہاں تم اپنے کام سے فارغ ہو چکے اور کوفہ جانا چاہتے ہو تو آج میں بے محابا تمہارے پاس چلی آئی اور صاف صاف جلدی سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ میں سچ کہتی ہوں کہ امیر معاویہ کا سر کاٹ کر لا دینا مجھے مشکل نہیں۔ اور میں سچے دل سے تمہارے ساتھ کوفہ چلنے کو تیار ہوں۔

ابراہیم۔ پیاری وردہ۔ تمنے یہ سب باتیں معلوم کر لیں میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں اور تمہاری محبت کا اقرار کرنے میں بھی مجھکو تامل نہیں ہے مگر تم جانتی ہو کہ آج کل شام و کوفہ میں کس قسم کی کشمکش پڑی ہوئی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم چند روز توقف کرو اور کسی اچھے وقت کی راہ دیکھو جسمیں تمہارا کوفہ چلنا اور مجھ سے نکاح کرنا آسان ہو تم دولت و دنیا کے اعتبار سے بڑا درجہ رکھتی ہو۔ اور میں حضرت علیؓ کا ایک معمولی کارندہ ہوں گو ہاشمی نسب رکھتا ہوں۔ مگر مجھ کو حضرت علیؓ نے دولت نہیں دی پھر تم کیونکر میرے ساتھ بسر کر سکو گی یہاں تم ملکہ کی طرح زندگی بسر کرتی ہو وہاں ایک غریب لونڈی کی طرح رہنا ہوگا۔

وردہ۔ ہاں ابراہیم مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مگر میں تم کو بتانا چاہتی ہوں کہ حضرت علیؓ کے خلاف ایک گہری سازش ہوئی ہے جسمیں وہ شاید قتل کر دیے جائیں گے۔ انکے بعد جب انقلاب ہوگا تو تم جیسا لائق آدمی ایک بڑی جگہ حاصل کر سکتا ہے اور اسکے حاصل کرنے میں مجھ سے تم کو بہت مدد مل سکتی ہے۔

ابراہیم۔ توبہ توبہ حضرت علیؓ کے بعد بڑی جگہ کیسی میں زندہ رہنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ جملہ ختم

نہونے پایا تھا کہ

گرفتاری

ابراہیم نے تلواروں کی چمک اپنی پشت پر دیکھی اور سپاہیوں نے ابراہیم کو اور وردہ کو گرفتار کر لیا
رات بھر یہ دونوں ایک مکان میں مقید رہے صبح کو امیر معاویہ کے سامنے پیش کیئے گئے۔ انہوں نے ابراہیم کو
دیکھا تو مسکرا کر کہا میرا کچھ قصور نہیں ہے آپکی تکلیف و ناکامی کا باعث آپکی صورت ہے۔ اسی صورت نے
بنت سرحون کو آمادہ کیا کہ اس نے پوشیدہ کاغذات اپنے باپکے صندوقچہ سے چرا کر آپ کو دیدئے
اور اسی صورت نے بنت سرحون کی لونڈی کو اس مخبری پر آمادہ کیا اور یہ راز فاش ہو گیا۔ کیونکہ وہ
لونڈی بھی آپکی صورت پر فریفتہ ہو گئی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ بنت سرحون آپ کی مالک بنے۔ کیوں
وردہ تو اس ہاشمی جاسوس کے پاس آدہی رات کے وقت کیوں گئی تھی۔

وردہ۔ امیر المومنین کو سب کچھ معلوم ہے میں اس شخص کو باتوں میں لگا کر وہ کاغذات واپس لینا چاہتی
تھی کہ خلافت کی خدمت ادا کروں۔ مجکو بھی بنت سرحون کی لونڈی نے اس راز سے آگاہ کیا تھا۔

امیر معاویہ۔ شاباش لڑکی۔ مگر کیا تجکو مدینہ کے سفر میں ابراہیم سے محبت پیدا ہو گئی تھی۔ میں سنے
سب کچھ سنا ہے سچ سچ بتا۔

وردہ۔ امیر المومنین کے سر کی قسم میں ابراہیم کو پھسلانا چاہتی تھی ورنہ مجھ اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے

امیر معاویہ۔ اچھا جاؤ۔ اپنے گھر جاؤ۔

اسکے بعد ابراہیم سے کہا۔ اب آپ جو سزا اپنے لیئے تجویز کریں گے دہی دیجائے گی کہ میں اس
معاملہ میں قریشی فیاضی دکھلانے کا عادی ہوں۔

ابراہیم: آپکو اختیار ہے۔ مجھے آپکی فیاضی سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو سزا آپ
تجویز کریں مجھ کو قبول ہے۔

معاویہ۔ بہت اچھا جب تک آپکی نسبت بیرونی معلومات حاصل ہوں آپ قید خانہ میں رکھے جائیں گے
اسکے بعد قتل کی سزا دی جائے گی کہ ایسے جاسوسوں کے لیئے یہی مناسب ہے۔

یہ کہہ کر ابراہیم کو قید خانہ بھیجدیا گیا۔ اور بنت سرجون کے لئے سرجون کو حکم دیا کہ اسکو ہمارے حرم کے قریب نظربند کیا جائے۔ اور وردہ کی خاص طور سے نگرانی ہو۔ اور وہ ہماری خوابگاہ یا محل میں بے اجازت نہ آنے پائے۔

پانچواں باب

عذرا بنت مسلم

اگر یزید نے میری تحفہ کو قبول نہیں کیا تو کچھ حرج نہیں مگر یہ بتا کہ اس نے اس کے واپس کرتے وقت کچھ کہا بھی یا یونہی لوٹا دیا۔

لونڈی۔ جی نہیں۔ وہ مسکرائے۔ عمامہ کو چوما اور ہاتھوں میں لیکر کچھ دیر اس کو دیکھتے رہے۔ اور مجھ سے پوچھا کہ عذرا ہوا کی سیر کرنے نہیں جاتیں۔ میں جواب دینے نہیں پائی تھی کہ اس نصرانی حکیم کی لڑکی آگئی جو دربار میں رہتا ہے۔ اس کو دیکھتے ہی یزید نے یہ عمامہ مجھ کو دیدیا اور کہا لیجاؤ میں اسکو قبول نہیں کرسکتا اور اس لڑکی سے باتیں کرنے لگے جو ایک کتاب لئے ہوئے آئی تھی

عذرا۔ نصرانی حکیم کی لڑکی نے یہ عمامہ دیکھا۔

لونڈی۔ جی ہاں دیکھا اور بہت خفگی کی نظروں سے دیکھا۔ اور جب یزید نے اس کو واپس دیا اور میں اس کو لیکر آنے لگی تو اس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ اب اس گھر میں اس کام کے لئے اگر تم آئیں تو جان سلامت لے کر نہ جاؤگی۔

عذرا۔ اللہ اکبر۔ اس نصرانی کتے کی لڑکی کا یہ حوصلہ ہوا کہ عرب کے سب سے بڑے بہادر شہسوار مسلم ابن عقبہ کی بیٹی کے پیام رساں سے ایسی گفتگو کی یزید بن معاویہ نے اسکے دماغ کو بگاڑ دیا ہے۔ یزید کی محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ خیر کچھ ڈر نہیں ہے دیکھا جائیگا۔ اچھا جاؤ۔ کوثر کو اندر بلالو۔

لونڈی باہر گئی اور ایک حبشی غلام کو اندر لائی۔ عذرا نے اس سے کہا تم خالد بن یزید ابن ابی سفیان کے غلام جابر کو جانتے ہو حبشی غلام نے سوچکر کہا۔ وہی جابر جو پہلے دربار کے خفیہ

محکمہ میں نوکر تھا۔ عذرا نے کہا ہاں وہی۔ اب وہ خالد کے پاس رہتا ہے۔ تم آج کی رات خالد کے ہاں جا کر جابر سے ملو۔ اور اس سے کہو عذرا تم کو

ساڑھے سات سورج

کی دھوپ میں سلام کہتی ہے۔ جابر اس کو سنکر اگر یہ کہے کہ

ساڑھے نو چاند

کا سلام میرا ابھی قبول کیا جائے تو تم وہاں ٹھہر جانا۔ اور پھر جو ہدایت جابر تم کو کرے اسکی تعمیل کرنا اور اگر جابر مسکرا کر خاموش ہو جائے تو اسی وقت میرے پاس واپس چلے آنا۔

حبشی غلام حضور خالد کا مکان دمشق سے فاصلہ پر ہے۔ فوراً واپسی کیونکر ہو سکتی ہے۔

عذرا۔ تم میرا خچر لے جاؤ۔ مگر دیکھو باواجان کو خبر نہونے پائے۔ حبشی نے کہا بہت اچھا ابھی تعمیل کی جائے گی۔

چنانچہ وہ حبشی غلام خچر پر سوار ہو کر خالد کے مکان پر پہنچا اور جابر کو تلاش کر کے عذرا کا پیغام اسکو پہنچایا۔ جابر نے کچھ جواب نہ دیا نہ مسکرایا۔ بلکہ ایک گہرے فکر میں پڑ گیا۔

حبشی غلام حیران ہوا کہ اب کیا کرے کہ اتنے میں جابر نے سر اٹھا کر کہا:۔

سوا تین مریخ

بس تم جاؤ میں کل صبح عذرا سے خود مل لوں گا۔ حبشی غلام کو بہت فکر ہوا کہ اب کیا کرنا چاہیئے کیونکہ جابر نے عذرا کے بتائے ہوئے طریقہ کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ مگر وہ جابر کے کہنے سے واپس چلا آیا۔ اور عذرا سے آکر یہ پیغام کہدیا۔

دوسرے دن صبح کو جابر عذرا کے پاس آیا اور ایک خفیہ جگہ اس سے ملاقات کی۔ عذرا نے کہا جابر کیا سوا تین مریخ کی ضرورت پر تم کو یقین ہے۔ جابر نے کہا۔ عذرا اب بغیر اسکے کچھ چارہ نہیں اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عذرا نے سوا تین سو اشرفیاں اسکو لا کر دیدیں اور کہا۔ یہ کام جلدی کا ہے۔ جابر مجھے تم پر بہت بھروسہ ہے۔ جابر نے کہا عذرا تم بے فکر رہو۔

جابر عذرا کے پاس سے نکلا تو عذرا کی لونڈی جابر کے پیچھے پیچھے چلی اور بازار میں آکر اس نے جابر کو پکڑ لیا اور کہا جابر تم بہت بے وفا ہو۔ اتنے دن سے تم کہاں تھے۔ جابر نے کہا۔ میں نے خالد کے ہاں نوکری کر لی ہے۔ کیا تم مجکو اب تک بھولی نہیں۔ لونڈی نے کہا یہ عادت تمہاری ہی ہے میں تو تم کو روز یاد کرتی ہوں۔

مگر جابر دیکھو تمہیں ہماری جان کی قسم سچ بتاؤ یہ ساڑھے سات سورج اور ساڑھے نو چاند اور سوا تین مریخ میں کس بات کا اشارہ تھا۔

جابر۔ تو دیوانی ہے۔ یہ باتیں تیرے سمجھنے کی نہیں ہیں۔

لونڈی۔ اگر میرے سمجھنے کی نہیں ہیں تو تمہارے سمجھنے کی کیوں ہیں۔ کیا ہم تم دو ہیں اور کیا تم نے آج تک مجھ سے کوئی راز اپنا چھپایا ہے۔ امیر معاویہ کے دربار میں جب تم نوکر تھے تو جس دن کسی کو زہر دیا جاتا یا خفیہ قتل کا کوئی معاملہ ہوتا تو مجھ سے ضرور کہدیتے تھے۔ آج کیا ہو گیا کہ تمہاری سمجھ مجھ سے بڑھ گئی۔ شاید کوئی دوسری لونڈی نگاہ چڑھ گئی ہے۔

جابر نے ہنسکر کہا۔ اچھا کسی سے بیان نہ کرنا۔ ایک زمانہ میں عذرا اور یزید بن معاویہ کا بہت گہرا تعلق تھا اور عذرا یزید سے حاملہ ہو گئی تھی حمل دیکھکر عذرا بہت ڈری کہ راز فاش ہو جائے گا۔ اس نے مجھ کو بلا کر مشورہ کیا کیونکہ شروع میں میرا عذرا سے تعلق رہ چکا تھا میں نے کہا میں نصرانی حکیم سے دوا لا دیتا ہوں جس سے یہ حمل ساقط ہو جائے گا۔

جب میں حکیم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نو سو اشرفیاں اس کام کی لونگا۔ اور پچاس اشرفی میں دوا تیار ہو گی میں نے کہا یہ بہت زیادہ ہے۔ آخر ہوتے ہوتے ساڑھے سات سو درہم پر معاملہ طے ہو گیا۔ اور میں نے عذرا سے آکر کہا کہ وہ ساڑھے نو چاند مانگتا تھا میں نے ساڑھے سات سورج پر معاملہ کیا ہے۔ عذرا نے حیران ہو کر اس رمز کو پوچھا اور کہا میں بالکل نہیں سمجھی۔ تو میں نے کہا کہ سورج سفید ہے اسواسطے چاندی کے درہم میں نے اس سے مُراد لیئے اور چاند زرد ہے اور اسمیں اشرفیوں کا اشارہ ہے۔ عذرا اس لطیفہ سے اسقدر خوش ہوئی کہ

اس نے کہا کہ سوا تین مریخ تجکو انعام دوں گی۔ یہ کہکر اس نے ساڑھے سات سو درہم حکیم کیلئے
اور سوا تین سو اشرفیاں میرے لئے دیدیں۔
اس کے بعد ہماری اسکی پوشیدہ اصطلاح ہوگئی کہ جب کوئی مخفی کام اسکو مجھ سے لینا
ہوتا تو ساڑھے سات سورج اور ساڑھے نو چاند اور سوا تین مریخ کے الفاظ سے پیام سلام ہوتے
تھے۔ آٹھ دن ہوئے اس نے مجکو بلایا اور کہا کہ یزید بن معاویہ مجھ سے برگشتہ معلوم ہوتا ہے
اور نصرانی حکیم کی لڑکی سے تعلق پیدا کرلیا ہے تم اس لڑکی کے قتل کرنے یا کہیں غائب کرا دینے یا
دونوں میں جُدائی ڈلوا دینے کی کوئی تدبیر کر سکتے ہو یا نہیں میں نے کہا میں سوچکر جواب دونگا۔ اگر
غائب کرانا ممکن ہوا تو سوا تین سو اشرفیاں درکار ہوں گی۔ اور قتل کی ضرورت ہوئی تو ساڑھے نو سو
اشرفیاں اور تفرقہ ڈالنا کافی سمجھا گیا تو ساڑھے سات سو درہم۔ اسپر عذرا نے کہا۔ آٹھ دن ٹھہر جاؤ
میں اپنی تدبیر کرلوں۔ اسمیں کامیابی نہ ہوئی تو غلام کو بھیجوں گی اور اس سے وہی مقررہ الفاظ کہونگی
مگر جابر میں تو صرف قتل یا جُدائی پسند کرتی ہوں۔ غائب کر دینا مجھے ہمیشہ اندیشہ میں رکھے گا۔ چنانچہ
میں نے بھی اس تجویز کو پسند کرلیا تھا۔ مگر بعد کے حالات سے بگاڑ ڈالنا اور قتل کرنا نا ممکن معلوم ہوا
صرف غائب کر دینے کو میں نے پسند کیا چنانچہ سوا تین سو اشرفیاں اسی کام کی دی گئی ہیں۔
لونڈی۔ تم کیونکر غائب کرو گے۔
جابر۔ اب یہ بات تمہارے بتانے کی نہیں ہے
لونڈی میں سمجھی۔ تم اس کو غائب کر کے اپنے پاس رکھو گے اور سوا تین سو اشرفیاں اس کے
ساتھ عیش اُڑانے میں خرچ کی جائیں گی یا تو اس کو قتل کر دو یا اس کام سے الگ رہو ورنہ میں یہ
راز فاش کر دوں گی
جابر۔ خبردار۔ یہ بات زبان سے نہ نکالنا ورنہ پہلے تیری جان لونگا۔ اور گھر واپس جانے سے پہلے
تو راستہ میں مری پڑی ہو گی۔ لونڈی جابر کی یہ دھمکی سنکر زرد ہو گئی اور ایسی ڈری کہ پھر کچھ نہ کہا اور
جابر سے رخصت ہو کر عذرا کے پاس آگئی۔ اور جابر بھی کہیں چلا گیا۔

چھٹا باب
باپ کی بیوی کا دیوانہ

یزید تم کو ایسے وقت میرے پاس آنا مناسب نہ تھا۔ امیر المومنین آتے ہونگے۔ اسوقت مجھ سے وہ شطرنج کھیلتے ہیں اور میں بانسلی بجاکر انکا جی خوش کرتی ہوں۔

یزید بن معاویہ۔ مرجانا تم ہمیشہ مجکو ٹالدیتی ہو۔ کل صبح تمنے میرے خواجہ سرا سے کہدیا کہ امیر المومنین آنے والے ہیں اسوقت نہ آنا۔ حالانکہ وہ دن بھر تمہارے پاس نہ آئے۔ پرسوں میں خود آیا تو تمنے دردسر کا بہانہ کرکے مجھ سے بات نہ کی۔ میں نہیں جانتا اس نفرت کی کیا وجہ ہے۔

مرجانہ حضور کو تجربہ نہیں ہے۔ امیر المومنین کا مزاج ذرا سے شک میں برہم ہو جاتا ہے۔ کیا آپ نے شمعون یہودی کی لڑکی کا حال نہیں سُنا کہ اس سے ان کو کسقدر محبت تھی۔ مگر اس شبہ میں کہ وہ عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید سے کچھ ساز باز رکھتی ہے انہوں نے اس کو بھی زہر دلوادیا۔ اور وہ بچاری بے گناہ عالم شباب میں تمام ہوگئی۔ میرے باپ نے مجکو انکی نذر کیا ہے تاکہ میں شطرنج اور بانسلی سے انکا جی بہلاؤں۔ امیر المومنین نے میرے باپ پر بڑے بڑے احسان کیئے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی حکومت میں سب عیسائی اور یہودی آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور انکو مذہبی اور تمدنی زندگی میں مسلمانوں سے زیادہ آسائش حاصل ہے۔ مگر میرے باپ کے ساتھ امیر المومنین کو خاص محبت ہے۔ ہم ایک خاندانی دشمن کے ہاتھ سے تباہی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میری ایک بہن پر وہ دشمن فریفتہ تھا۔ والد نے اسکے پیغام عقد کو رد کردیا تو وہ دشمن چونکہ بڑا دولتمند اور جتھے والا تھا۔ رات کو ہمارے گاؤں پر چڑھ آیا۔ اور جبراً میری بہن کو لے گیا اور پھر اس نے مجکو میرے بھائی اور باپ کو قتل کرنے اور ہمارا گھر لوٹ لینے کی دھمکی دی۔ میرا باپ شام کا مشہور سردار ہے۔ اور عیسائی حکومت کے زمانہ میں میرا دادا بڑا اقتدار رکھتا تھا۔ مگر دشمن کی زبردست طاقت کے سامنے میرے باپ کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اس لیئے وہ ڈرا

اور امیر المومنین سے فریاد کی۔ امیر المومنین نے دشمن کی جائداد ضبط کر کے میرے باپ کو دیدی اور میری بہن کو بھی اس سے چھین لیا۔ اس شکریہ میں میرے والد نے مجکو امیر المومنین کی نذر کر دیا۔ امیر المومنین نے میرے بھائی کو دربار میں ایک بڑا منصب دیا ہے اور ہمارے خاندان کی عزت ان کے طفیل سے عیسائی سلطنت کے زمانہ سے بھی بڑھ گئی ہے ایسی حالت میں مجھ کو جائز نہیں ہے کہ میں کوئی بات ایسی کروں جو ان کی مرضی اور خوشی کے خلاف ہو۔

اگرچہ میں ان کی لونڈی ہوں لیکن میرا انکا تعلق ایسا ہو چکا ہے کہ آپکو میری طرف کوئی برا خیال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب میں ان کی بیوی اور آپ کی مجازی والدہ ہوں۔ یہی وجہ میری احتیاط کی ہے۔

یزید بن معاویہ۔ سُن ری اومرجانہ میں اس ملک کا ہونے والا بادشاہ ہوں۔ میرے والد بوڑھے ہو گئے اور انہوں نے مجھ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ سارے دربار نے میری بیعت کر لی پس کیا تو میری اطاعت سے منحرف ہونے کی طاقت رکھتی ہے۔

تو نے غلط کہا کہ اب تیرا درجہ ماں کا ہو گیا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ امیر المومنین اب کسی عورت کے شوہر بننے کے قابل نہیں ہیں۔ تو ایک لونڈی ہے اور مجھ پر حلال ہے۔ اور حلال نہ بھی ہو تب بھی میں خلیفہ ہونے کی حیثیت سے کسی چیز کو حلال اور جائز کر لینے کی طاقت رکھتا ہوں۔

مرجانہ۔ کیا اسلام نے باپ کی مدخولہ عورت کو بیٹے پر حلال کر دیا ہے اور کیا خلیفہ اور ایک عام مسلمان میں اسلام نے کچھ فرق رکھا ہے۔ میری تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا ہے کہ اسلام کے احکام خلیفہ اور ایک عام مسلمان پر یکساں اور مساوی ہیں اور اسی وجہ سے میں نے اسلام کو پسند کر کے اس کو قبول کر لیا ہے اور اب میں باقاعدہ مسلمان ہوں۔

یزید۔ اس بحث کو ختم کرو۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ تم کو میری دلداری کرنی پڑیگی۔ خوشی سے قبول کرو تو تمہاری عقل مندی ہے ورنہ جبر کیا جائے گا۔ اور تم اپنے خاندان سمیت

ذلیل رسوا ہو کر ملک عدم کو بھیجدی جاؤ گی۔ کیا تم اس بربادی کو پسند کرتی ہو۔ میں آج ہی والد سے کہہ کر تمہارے بھائی کو عہدہ سے معزول کرادوں گا۔ اور تمہارے باپ کو میرے غلام گھر جاکر قتل کر ڈالیں گے۔

مرجانہ۔ امیر المومنین کے ہاں اندھیر نہیں ہے۔ میں ان سے فریاد کروں گی۔

یزید۔ ہاں ان کے ہاں انصاف ہے اور وہی انصاف تم جیسی نافرمان کو سزا دے گا۔ اچھا ہوشیار رہو۔ میں جاتا ہوں کل ہی سے تمہاری سزا کا زمانہ شروع ہو جائے گا۔

مرجانہ نے یزید کے بگڑے ہوئے تیور دیکھے تو وہ ڈر گئی اور اس نے یزید کی چادر پکڑ کر کہا:۔

شہزادہ صاحب میں تمہاری لونڈی ہوں مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرونگی مجھ کو بے وفا نہ سمجھو۔ یہ میں نے تمہارے والد کی اطاعت کا فرض ادا کیا تھا ورنہ مجھے تم جیسے خوبصورت جوان اور محبت کرنے والے شہزادے سے انکار کرنے کی مجال نہیں ہے۔

یزید چھوڑ دو میری چادر۔ تم نے مجھ کو اپنا بیٹا کہہ کر میری اتنی بڑی دل شکنی کی ہے کہ بغیر تمہارے باپ بھائی اور تمہارے خون بہانے کے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔ تم کو یزید کی ضد کا حال معلوم تھا پھر بھی تم نے اس کو ٹھکرایا اور سرکشی سے پیش آئیں۔

مرجانہ۔ عرب کے سب سے بڑے خوش جمال کی سب سے بڑی ضد مجھے معلوم ہے۔ میں غصہ میں بھری آنکھوں۔ طیش میں چڑھی تیوری اور ناراضی کے جوش میں ابلے ہوئے دل کے سامنے اپنا سر جھکاتی ہوں۔ اے خوبصورت شہزادہ مرجانہ کو معاف کرو۔ وہ مرجانہ جو تمہارے حسن۔ تمہارے شباب۔ اور تمہارے عشق کے خلجان میں رات دن پریشان رہتی ہے۔ اس نے جو کچھ کہا دل پر پتھر رکھ کر کہا۔ پیارے یزید اپنی چاہنے والی کو نہ ستاؤ۔

یہ کہکر یزید کے قدموں پر گر پڑی۔ اور یزید نے اس کو اٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور مسکرا کر کہا۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ تم میری زندگی ہو۔ تم میرے محل کی شمع ہو۔ مگر مرجانہ

سچ کہو۔کیا تم واقعی ایسا ہی سمجھتی ہو جیسا کہ تمنے کہا۔ یا یہ خوف کی ایک مجبورانہ حکمت عملی کا کلام تھا۔

مرجانہ۔میرے دل اور ارمانوں کے مالک میں غلط نہیں کہتی۔مجھے تم سے عشق ہے جس نے مجھ کو بے قابو کر رکھا ہے۔جو مجھ کو کبھی چین نہیں لینے دیتا۔مگر امیرالمومنین کا ڈر اور انکا وہ احسان جو میری اور میرے گھربار کی گردن پر ہے ایک احسان پرست لڑکی کی محبت کا گلا گھونٹا کرتا ہے اور اب بھی وہی تھا جس نے آپکی محبت کی گستاخی مجھ سے کرائی مگر آپ ہی انصاف کریں کہ میں کتنی مشکلات میں ہوں کیا آپ ایک یونانی نسل اور شام کی رہنے والی لڑکی کے مشہور وفادارانہ طرز عمل کو داغ دار ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

یزید۔پیاری مرجانہ میرے دل میں تمہارے شریفانہ خیال کی قدر ہے اور میں کبھی تمہاری نازک حالت میں دخل نہ دیتا مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔آج تین دن ہو گئے میں نے پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی اور نیند تو سات دن سے میری آنکھوں سے بیزار ہے۔میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ والد کی عدم موجودگی میں مجھ سے ملنے کا وقت نکالا کرو۔اور یہ سامنے کیا چیز رکھی ہے

مرجانہ۔شراب کا قرابہ ہے۔

یزید۔کیا والد بھی اسکا استعمال کرتے ہیں۔

مرجانہ۔نہیں یہ صرف میرے لئے مہیا کی گئی ہے۔

یزید۔کیا تم اپنے ہاتھ سے یہ مجکو کچھ پلا سکتی ہو۔

مرجانہ۔مجھے ڈر ہے کہ امیرالمومنین نہ آجائیں۔اب بہت دیر ہو گئی وہ آنے والے ہونگے۔

یزید۔میں نے بندوبست کر دیا ہے انکے آنے سے بہت پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔

مرجانہ۔قتل کرنیوالے دلدار۔میں تجھ پر نثار ہو جاؤں ذرا ٹھہر جا۔اور پھر کوئی وقت اس کام کے لئے مقرر کر۔کہ میرا دل خود بخود دھڑکتا ہے۔شائد کوئی آتا ہے۔

یزید۔تم جتنی حسین ہو اتنی ہی ڈرپوک ہو۔اب جو شخص اس لطف کے وقت آئیگا۔تلوار کے گھاٹ اتارا جائے گا۔چاہے میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

مرجانہ اس جواب سے سہم گئی۔ اور اس نے کہا۔ اسی لئے تو میں ڈرتی ہوں کہ تم پیکر مخمور ہو جاؤ گے اور پھر تم کو امیر المومنین کا کچھ خوف نہ رہے گا۔

یزید۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ وقت جاتا ہے۔ جو پھر کبھی ہاتھ نہ آئیگا۔ مرجانہ میری مرجانہ (گلے میں ہاتھ ڈالکر) مجھے شراب دو اپنے ہاتھ سے (بوسہ لیکر) خود بی پیکر اپنے ہاتھ سے اپنی جھوٹی شراب دو۔

مرجانہ اُٹھی اس نے یزید کے ہر حکم کو پورا کیا۔ اور دو گھنٹہ تک یزید مرجانہ کے پاس بیٹھا رہا۔ اسکی حالت نشہ میں بے خودی کی ہو گئی اور مرجانہ بھی اپنی عمر۔ یزید کی عمر۔ اور شراب کی مسلسل دور کے کئی خماروں سے مخمور ہو کر خلیفہ کی آمد کو بھول گئی اور جبکہ وہ یزید کی گود میں سر رکھے اس کے ہاتھوں کو بار بار چوم رہی تھی۔ یکایک امیر معاویہ اندر آگئے اور انہوں نے اس خود فراموش جوڑے کو اس بدمستی میں مشغول بہت دیر تک دیکھا۔ مگر انکو خبر نہ ہوئی کہ سر پر کون کھڑا ہے۔

آخر امیر معاویہ نے کہا یزید میرے سامنے سے دور ہو جا۔ یزید نے جوں ہی باپ کی آواز سنی جھومتا۔ لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا۔ اور مُنہ پھیر کر جلدی سے باہر چلا گیا۔ اور مرجانہ کانپتی ہوئی سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

معاویہ کچھ دیر خاموش کھڑے ہوئے مرجانہ کو دیکھتے رہے اور پھر ذرا سوچکر کہا۔ ایسا غضب کسی قریشی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ مرجانہ یہ تو نے کیا کیا۔ اچھا تم اس گھر میں قید ہو میں اطمینان سے تمہارے حال پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے۔

ساتواں باب

بھائی کی ہتلا

اے زیاد کے بیٹے! دُنیا کے رشتے انسان کے خود تراشیدہ ہیں۔ کائنات کی طبعی افتاد آدمی کی بنائی ہوئی بندشوں کے بالکل خلاف ہے۔ خدا نے مخلوق بڑھتا اور دُنیا میں پھلنے پھولنے

کو بنائی ہے۔ انسان بناوٹی رشتوں کی قید میں جکڑا بند ہو کر نسل کی ترقی کو رد کرتا ہے۔ کونسا جانور ہے جو ماں بہن کے رشتہ کا پابند ہے۔ جوان ہونے کے بعد وہ اس کو بھول جاتا ہے کہ فلاں بھائی ہے۔ فلاں بہن ہے۔ فلاں ماں ہے۔ فلاں بیٹا ہے۔ فطرت کو ترقی نسل منظور ہے۔ تو عاقل ہو کر اور عرب کے سب سے بڑے دانشمند زیاد کا بیٹا ہونے کے باوجود اسقدر بے عقل بنتا ہے کہ بہن بھائی کا خیال تیرے دل سے نہیں جاتا۔

عبداللہ بن زیاد۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ۔ خضراء تو کیسی باتیں کرتی ہے مسلمان کو یہ کلمے زیبا نہیں۔ جانوروں اور انسانوں میں عقل کا امتیاز ہے اور عقل ہی ماں بہن بیٹا بیٹی کی تمیز سکھاتی ہے۔ خدا سے ڈر اور جوانی کے شیطان سے اسقدر مغلوب نہ ہو میں عنقریب تیرا نکاح کرنے والا ہوں۔

خضراء۔ میں عشق کو سب عقلوں کا مالک سمجھتی ہوں عقل آدمی کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ زیاد کی بیٹی عشق کی لونڈی ہے۔ اور عقل سے آزاد۔ پیارے ابن زیاد میں تجھکو عشق کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری الفت کو پامال نہ کر میں کسی غیر سے نکاح نہیں کروں گی کہ میرا نکاح عشق کے قاضی نے تجھسے پڑھایا ہے

ابن زیاد۔ بنت سرجون کی صحبت نے تجکو بگاڑ دیا۔ وہ تو کسی مذہب کی قائل نہیں ہے اور دنیا کو ایک بے خالق کی ہستی کہتی ہے پس اگر وہ اپنے مشہور حسین بھائی کی عاشق بنی ہے تو تعجب نہیں کہ انکا خاندان ہی ایسا آبرو باختہ ہے۔ مگر تو عرب کی ناک شہنشاہ سلیمن کی بھتیجی۔ ایک مذہب اور سب سے بڑے مذہب کی پیرو۔ زیاد جیسے نامور شخص کی بیٹی یہ کیا خرافات بکتی ہے۔ دربار میں یہ خبر مشہور ہو گئی تو تمام ملک میں بنی امیہ کی ناک کٹ جائے گی۔ امیرالمومنین تجھ کو اور مجھ کو قتل کر ڈالیں گے اور بنی امیہ کی بدنامی قیامت تک زبانوں پر جاری رہے گی۔

خضراء۔ ہاں بنت سرجون نے مجھ کو یہ سبق دیا۔ مگر میں اس کی ممنون ہوں کہ اس نے سیدھا راستہ عقل کا مجھ کو بتایا۔ اب چاہے ناک کٹے۔ یا آبرو جائے کچھ ہی ہو میں اپنے اس خیال کو ترک نہیں کر سکتی اور میں اس عقیدہ کو مرتے دم تک ساتھ رکھنا چاہتی ہوں عشق خدا ہے عشق رسول ہے عشق بادشاہی ہے بغیر عشق کے سلطنت و تاجداری ادنیٰ درجہ کا بھکاری پن ہے۔ میری آنکھوں میں عشق ہے میرے

دل میں عشق ہے میرے دماغ میں عشق ہے۔ رگوں میں خون۔ خون میں سرخی۔ سرخی میں حرارت و شوخی و ترنگ سب عشق کے جلوہ سے ہے۔

اے ابن زیاد حکومت کا شوق مذہب اور دُنیا کے رشتہ کو فراموش کرا دیتا ہے تو عشق تو حکومت دنیا سے بہت اعلیٰ چیز ہے کیا میرے باپ زیاد اور چچا امیر معاویہ نے حکومت کے لئے مذہب اور قرابتداریوں کو پامال نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور خود تو نے بار بار نہیں کہا کہ سیاست کے لئے مذہب و قرابت کو قربان کر دینا پڑتا ہے اور وہی شخص اس دُنیا میں کامیاب ہوگا۔ اور اسی کو پختہ اور بے خلل حکومت میسر آئے گی جو سیاسی حکمت عملیوں میں مذہب اور قرابت کا خیال نہ کرے گا۔ بلکہ ان دونوں کو بالائے طاق رکھدے گا۔

یہ تو نے ہی کہا تھا جب تو شمر بن ذی الجوشن کی بیٹی کے خیال میں دیوانہ ہو رہا تھا کہ مجھے اس سے محبت ہے اور محبت مجھ سے کہتی ہے کہ میں کسی رسوائی و بدنامی کی پرواہ نہ کروں میں شمرانہ سے ملونگا چاہے میرا دین جاتا رہے چاہے میری امیری تباہ ہو جائے۔ چاہے میرے ماں باپ اور سب قرابتدار مجھ سے جدا ہو جائیں میں صرف ایک شمرانہ کو چاہتا ہوں کہ وہی میرا دین ہے وہی میرا ایمان ہے۔ وہی میری دنیا ہے وہی میری سلطنت۔

آج تو وہی ابن زیاد ہے جو مجھ کو ملامت کرتا ہے اور مفتی بنکر فتوے دیتا ہے۔ اور عقل و مذہب و رسوائی سے ڈراتا ہے۔

ابن زیاد۔ یہ بھی تو یاد کر کہ شمرانہ سے ملنے کے بعد میری محبت نابود ہو گئی اور اب مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہیں۔ یہی حال تیرا ہے کہ جب تیرا نکاح ہو جائے گا اور خواہشات کا دریا اُتر جائے گا تو تو سب کچھ بھول جائے گی پس یہی مناسب ہے کہ میں تیرا نکاح کر دوں۔

خضراء۔ تیرا عشق جھوٹا تھا۔ اور نفسانی تھا میرا عشق سچا اور روحانی ہے۔ میں تیرے چہرے کی عاشق ہوں۔ میں تیری تبسم بھری آنکھوں کی فریفتہ ہوں۔ مجکو تیری آواز سے محبت ہے جب وہ تیرے دہن سے نکلتی ہے۔ میری رگوں میں گھس جاتی ہے۔ اور مجھ کو اسکے پُر سرور نغموں کی صدا آتی ہے۔

ابن زیاد جب تو تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوتا ہے۔ میرے دل میں حشر برپا ہوجاتا ہے۔ میری تمناؤں کی آنکھیں تیرے قدموں کے نیچے پلکیں بچھاتی ہیں۔ اور راہ دیکھتی ہیں کہ تو ان پر چلے اور وہ تیرے تلوؤں کو چومیں جب تو عمامہ باندھتا ہے میرے خیالات مستی میں آنکھیں بند کرکے اس کے ساتھ لپٹ جاتے ہیں اور اسی میں بند ہے رہتے ہیں۔ میں تیرے رخساروں کی سرخی و سفیدی سے اپنی آنکھیں رنگتی ہوں۔ میں تیرے ہونٹوں کی نزاکت سے اپنی چاہت کی لطافت کو خیال ہی خیال میں ملتی اور لمبے لمبے سانس لیکر ملتا ہوا دیکھتی ہوں۔ اور اے ابن زیاد جب تو زعفرانی چادر اپنے اوپر ڈالکر سو جاتا ہے تو میری نیند مر جاتی ہے اور میں کلیجہ مسل مسلکر تیرا سونا دیکھا کرتی ہوں یہانتک کہ صبح ہوجاتی ہے۔ اے ابن زیاد

ابن زیاد بس بس خضراء۔ بے غیرت نہ بن۔ تو زیاد کے گھر میں شیطان پیدا ہوئی ہے۔ میں تیری ہوس آمیز گفتگو سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ یہ کہا اور باہر جانے پر آمادہ ہوا مگر خضراء نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:-

خضراء۔ تو مجھ کو ناکام کرے گا۔ تو میں تجھکو بدنام کروں گی، تو نے عمرو بن عاص کی امارت مصر کے خلاف جو منصوبہ تیار کیا ہے مجھے اسکا علم ہے۔ میں ابھی عمرو بن عاص کو خبر دیتی ہوں کہ تمہاری جان لینے کی ابن زیاد نے سازش کی ہے۔ جس وقت ابن عاص کو خبر ہوگی تو چچا کی نظروں میں تو مشتبہ ہوجائے گا۔ کیونکہ چچا کو ہم سب سے زیادہ ابن عاص عزیز ہیں۔ اور وہ ان کی ہلاکت چاہنے والے کو زندہ نہ رہنے دیں گے۔

ابن زیاد خضراء کی یہ بات سنکر مردانہ انداز سے بولا مجھے تیری اس دھمکی کا کچھ خوف نہیں ہے جسکی کچھ اصلیت نہو۔ وہ بات امیرالمومنین کے خیال کو مجھ سے برگشتہ نہیں کرسکتی۔

یہ سنکر خضراء نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو۔ اور اپنے کرتے کے اندر سینہ کے پاس ہاتھ ڈالکر ایک کاغذ نکالا اور ابن زیاد کو دکھایا اور کہا۔ یہ تمہارا ہی خط ہے نا؟ جو حضرت علی کو بھیجا گیا تھا۔ اور مصر کی عمارت طلب کرنے کو ان کی شرکت پر آمادگی ظاہر کی گئی تھی۔ کیا یہ خط تیری جان لینے کو کافی

نہیں ہے میں ابھی چچا کے پاس اسکو لیکر جاؤں گی اور تجھ کو تیرے انکار کا مزا آجائے گا۔

ابن زیاد اس خط کو دیکھ کر کانپنے لگا اور بے اختیار اسکے مُنھ سے نکلا یہ تیرے ہاتھ کہاں سے آیا۔ میں تو سمجھتا تھا یہ کوفہ پہنچ چکا ہوگا۔ یہ کہکر ابن زیاد جھپٹا اور خضرا کے ہاتھ سے خط چھینا چاہا۔ اتنے میں یزید بن معاویہ اندر آگیا اور اس نے یہ سب کچھ دیکھا۔

یزید۔ لعنت ہے تجھ پر اے زیاد کے بیٹے۔ جیسا تیرا باپ تھا جسکی بابت معلوم نہیں کہ وہ کس کا بیٹا ہے ویسا ہی تو ہے۔ کیا تو اپنی بہن پر دست درازی کرتا ہے۔

ابن زیاد یزید کے ناگہاں آجانے اور اسکی اس بات سے سُن ہوگیا اور اسکے چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ مگر خضرا ذرا نہ شرمائی بلکہ مسکراتی اپنے دامنوں کو ایک ادائے دلفریب سے سنبھالتی اور یزید کو کن انکھیوں سے دیکھتی ہوئی مکان کے اندرونی حصّہ میں چلی گئی۔

ابن زیاد۔ جناب آپ کو الزام لگانے سے پہلے اصل واقعہ دریافت کرنا مناسب تھا۔ یونہی بگڑنے اور میرے باپ کو گالیاں دینے سے کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ آپ کا چچازاد بھائی تلوار سے اس کا جواب دے۔

یزید نے یہ سُنکر تلوار سونت لی۔ اور کہا۔ یہ ارمان بھی نکال لے۔ دیکھوں کیسا بہادر ہے شرم نہیں آتی۔ بنی اُمیہ کا نام ڈبونے والے۔ آج تک کسی نے اپنی بہن پر بھی بدنگاہ ڈالی ہے۔

ابن زیاد۔ میں خضرا سے ایک کاغذ چھین رہا تھا۔ جو اس نے کرتے کے اندر رکھ لیا ہے آپ کس مُنہ سے مجھ پر الزام رکھتے ہیں۔ کیا آپ نے اپنی والدہ سے جسکا برسوں سے ہمارے گھروں میں چرچا ہو رہا ہے۔ جو شخص خود اسقدر کمینہ ہو وہ دوسرے پر کس مُنہ سے اعتراض کرتا ہے۔ حالانکہ میرا معاملہ آپکی طرح گندہ اور آلودہ نہیں ہے۔

یزید ابن زیاد کے اس طعن سے جھینپ گیا۔ مگر اس نے فوراً کہا بالکل جھوٹ ہے وہ میری والدہ نہیں تھی بلکہ ایک لونڈی ہے جو مجکو ہر طرح جائز ہے۔

ابن زیاد۔ وہی لونڈی جو آپکے والد کی خوابگاہ میں سو چکی ہے اسی کو آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو

ہر طرح جائز تھی۔ ڈوب مرنا چاہئے آپکو یا مجکو۔

یزید نے ابن زیاد کا یہ گرم فقرہ سُنکر ایک گھونسہ ابن زیاد کے مُنہ پر مارا ابن زیاد نے بھی ایک مکہ یزید کے کلّہ پر رسید کیا یہ رنگ دیکھ کر خضراء اندر سے دوڑی ہوئی آئی اور یزید کو چمٹ گئی

یزید نے کہا اچھا خضراء مجھے چھوڑ میں جاتا ہوں اور کبھی اس گھر میں نہ آؤں گا۔ اور کبھی اس گھر کو دمشق میں باقی نہ رکھوں گا۔ خضراء نے یزید کو چھوڑ دیا۔ اور وہ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا۔ ابن زیاد اس کے بعد کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ اور خضراء بھی اس کو مسکرا مسکرا کر دیکھتی رہی۔ اسکے بعد ابن زیاد نے کہا:۔

خضراء مجھے وہ کاغذ دیدو۔ سوچو میں برباد ہو جاؤں گا۔ کیا تمکو میرا کچھ خیال نہیں ہے۔

خضراء۔ ہاں خیال ہے۔ اور صرف کچھ ہی نہیں بلکہ بہت کچھ خیال ہے تم صرف اسکا اقرار کرلو کہ میری محبت تمہارے دل میں جگہ حاصل کرسکتی ہے۔ پھر دیکھو خضراء اپنی کھال کی جوتیاں تم کو پہنائے گی اور تمہارے ہر کام میں سب کے آگے ہو کر حصّہ لے گی۔

ابن زیاد۔ بہت مشکل ہے۔ خضراء میں کیونکر اپنی سگی بہن سے آشنائی کا اقرار کروں۔

خضرا۔ سگی بہن بھی ایک عورت ہوتی ہے۔ اور آشنا بھی عورت کا نام ہے۔ بتاؤ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

ابن زیاد۔ حیا اور بے حیائی کا فرق ہے۔ کیا تم کو یہ فرق دکھائی نہیں دیتا۔ کیا تم اندھی ہو گئی ہو۔

خضراء۔ پھر وہی بد کلامی۔ بس زبان کو روکو۔ اب میں پیار کے لفظ کے سوا اگر کوئی دوسرا لفظ سنوں گی تو خیر نہ ہوگی۔

ابن زیاد نے جان و آبرو کے ڈر سے مرعوب ہو کر کہا بہت اچھا جناب میں آپکی محبت تسلیم کرتا ہوں۔ آپ زیاد کی بیٹی نہیں ہیں آپ ابن زیاد کی بہن نہیں ہیں۔ آپ امیر معاویہ کے بھائی کی لڑکی نہیں ہیں بلکہ آپ بنت سرجون کی دوسری بہن ہیں اور اب میں اسی نظر سے تمکو دیکھونگا۔

شائد اس دیکھنے سے میری غیرت کا تقاضا فنا ہو جائے اور میں وہ بن جاؤں جو تم بنانا چاہتی ہو۔

خنفرا نے یہ سنکر خط نکالا۔ اور ابن زیاد کو دیدیا۔ پھر کہا۔ اے پیارے جوان! تو نے اپنے اقرار کو طعن کے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ مگر میں تیری تکلیف کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتی۔ اب آگاہ ہو کہ مجھے تجھ سے اور کوئی ناجائز غرض نہیں ہے۔ میں تو صرف اپنے اس عقیدہ کو منوانا چاہتی تھی کہ رشتہ انسان کی زندگی میں کسی لحاظ کے قابل نہیں ہیں۔ آدمی کو دنیا میں نامور۔ دولتمند حکمران اور عزت والا بننا ہے تو ان رشتوں کو طاق میں رکھ دے۔ اے زیاد کے بیٹے تو ابھی نو عمر ہے۔ تجھ کو دنیا میں بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ اس عورت کی نصیحت سن جو تجھ سے عمر میں بڑی ہے کہ اس زمین کے اوپر وہی کامیاب ہوتا ہے جو رشتوں کی قید سے بے پروا ہو کر اپنے فائدہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ میں تجکو سچا اور پکا اموی بنانا چاہتی تھی کیونکہ آجکل میں دیکھتی ہوں کہ تیرے خیالات ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔

آٹھواں باب

علیؓ کی محبت کتنی مشکل ہے

اگر میں جائز امام نہیں ہوں۔ اگر تم میری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ تب بھی چونکہ تم میرے امن سے فائدہ اُٹھاتے ہو۔ اور میرے پایۂ تخت میں تجارت کر کے دولت کماتے ہو تو تم پر میری اطاعت واجب ہے۔

میں تم پر جبر نہیں کرتا۔ تم تجارت پیشہ آدمی ہو۔ اگر علیؓ کو بُرا نہ کہو تو تم کو مجبور نہ کیا جائیگا مگر تم کو علیؓ کی خفیہ منادی کرنے اور شامیوں کو علیؓ کی طرف بُلانے اور میری حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

میری نرم دلی۔ میرے رحم اور میرے عفو سے تم نے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ میں نے تم کو

دو مرتبہ نصیحت کی۔ اور آگاہ کیا کہ جو کام تم کرتے ہو اس سے میں بے خبر نہیں ہوں باز آؤ ورنہ سلطنت کے غضب و قہر میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم نے اقرار بھی کیا۔ مگر تم دغا باز ثابت ہوئے۔ تم نے اپنے عہد اور وعدہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور برابر اس غداری کو پھیلاتے رہے جس کی سزا موت ہے اور جس کا معاوضہ یہ ہے کہ تم کو تمام گھر بار سمیت دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔

تم نام کے سعید مگر کام کے شقی ہو معاویہ کی گرفت کو جانتے نہیں اور یہ سمجھتے ہو کہ معاویہ ہمیشہ معاف کر دیتا ہے نہیں میں معاف بھی کرتا ہوں چشم پوشی بھی میرا شیوہ ہے لیکن میں سزا بھی دیا کرتا ہوں اور وہ ایسی سخت ہوتی ہے کہ دنیا کا کوئی جبار و قہار اتنی سختی نہیں کر سکتا۔

اب پیالہ لبریز ہو چکا تم کو سزا دینی ضروری ہو گئی۔ کہ تم نے تیسری فہمائش کو بھی ٹھکرا دیا اور جان بوجھ کر وہ کام کیا جو میری سلطنت اور اس کے حقوق۔ کیلئے نقصان رساں ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو مرنے کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ اپنے بیوی بچوں کو آنکھ کے سامنے مرتا دیکھو اور پھر خود جہنم رسید ہو اور یا مجمع عام میں علیؓ پر لعنت کرو۔ اور اس سے بیزاری اور میری اطاعت کا حلف اٹھاؤ۔ اگر تم اس پر تیار ہو گئے تو میں پھر درگزر کروں گا۔ اور تمہارا سنگین جرم معاف کر دیا جائیگا

سعید۔ اے بنی امیہ کے بادشاہ تیری فصاحت اور اچھا بولنے کا میں اقرار کرتا ہوں۔ تیری تقریر کے زور نے مجکو آج ہی نہیں ہمیشہ متاثر کیا ہے تو نے آج کے دن جو کچھ کہا غلط نہیں کہا بلکہ اپنی غاصبانہ حکومت کا فرض ادا کیا۔

بے شک میں تیرے امن میں رہتا ہوں اور مجھ پر تیرے قانون کی اطاعت لازم ہے۔ اور میں نے کبھی اس اطاعت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگا۔ میں نے تیرے قانون اور امن توڑنے یا اس کے خلاف بغاوت برپا کرنے کی کوئی حرکت نہیں کی۔ یا تو تجکو غلط خبر دی گئی ہے اور یا تو اسکو غلط بیان کر کے اپنی مشہور حکمت عملی ظاہر کرنی چاہتا ہے تاکہ میرا قتل تجھ کو بدنام نہ کرے۔

میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے ایک خاص مجمع میں حضرت علی کی تعریف بیان کی اور

ان کی قرابت رسولؐ اور حقوق خلافت کو ظاہر کیا۔ مگر میں نے یہ بھی کہا کہ میں یہ صرف اس لئے کہتا ہوں کہ تم لوگ حضرت علیؓ سے واقف ہو جاؤ کہ انکا کیا درجہ ہے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ تم اپنے موجودہ حاکم سے سرکشی اختیار کرو کیونکہ جس حکومت میں ہم رہتے ہیں وہ بہت باقاعدہ ہے۔ اور ہمارے ذاتی حقوق کی اس میں پوری حفاظت کی جاتی ہے۔

پس جب میں نے صاف صاف تیری اطاعت کی ضرورت کو ظاہر کر دیا تو پھر مجھ پر غدر و بغاوت کا الزام کیونکر عائد کیا جا سکتا ہے۔

معاویہ۔ دیکھو سعید ابھی کو بچہ نہ سمجھو ابھی تم نے اقرار کیا ہے کہ تمہاری تقریر میں علیؓ کے حقوق خلافت کا ذکر آیا تھا۔ اور اسپر یہ دعوے کرتے ہو کہ تم نے باغیانہ تقریر نہیں کی۔

سعید۔ اگر حقوق خلافت کا بیان کرنا بغاوت ہے تو کلمہ وحدت کا پڑھنا بھی بغاوت ہے کہ وہ خدا کی سلطنت کا اقرار اور غیر خدا کی نفی سکھاتا ہے۔ اور تم بھی غیر خدا ہو۔ نماز بھی بغاوت ہے کہ اسمیں خدا کے آگے رکوع سجدہ کیا جاتا ہے معاویہ کی اطاعت کا اسمیں دخل نہیں ہوتا۔ روزہ بھی بغاوت ہے جو غیر معاویہ کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ بھی بغاوت ہے جو معاویہ کے نام پر نہیں بلکہ خدا کے نام پر وصول کی جاتی ہے۔

اے معاویہ کوئی بادشاہ کسی مسلمان کو اس بات سے نہیں روک سکتا کہ وہ خدا کی توحید کو علی الاعلان بیان کرے۔ اور کسی حاکم کو یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسولؐ خدا اور ان کے مقرب بندگان الہٰی کی تعریف اور انکے واجبی مناقب سے روکے۔

میں نے شامی مسلمانوں کو اسقدر جاہل پایا کہ وہ حضرت علیؓ کی قرابت رسولؐ تک سے واقف نہیں ہیں اور تم ہی کو بس رسولؐ خدا کا قریبی رشتہ دار سمجھتے ہیں پس میں نے انکو بتا دیا کہ علیؓ کو رسولؐ خدا سے کیا واسطہ تھا اور اسی سلسلہ میں ان کی خلافت کا ذکر آ گیا۔ ورنہ میرا منشاء تمہاری حکومت کے مقابلہ میں اس کو پیش کرنا نہ تھا۔

معاویہ۔ تو کیا تم نے شامیوں سے یہ نہیں کہا کہ مالک ابن اشتر کو معاویہ نے زہر دلوا دیا اور

اسی طرح بہت سے بے گناہ مسلمانوں کو زہر دلوا چکے ہیں اور کیا یہ بیان کرنے سے تمہارا یہ منشا نہ تھا کہ میری رعایا میرے خلاف افروختہ ہو اور مجھ سے نفرت کرنے لگے۔

سعید۔ میں نے مالک کی موت کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ مالک سیاسی سازش کا شکار ہوئے اور اسی طرح آج کل بہت سے مسلمان سیاست کی سازش کا ہدف بن رہے ہیں مگر تمہارا نام نہیں لیا۔

معاویہ۔ نام نہ لینے سے کیا ہوتا ہے تمہارا اشارہ میری ہی طرف تھا کہ میں ہی علیؓ کے طرفداروں کا مخالف سمجھا جاتا ہوں۔

سعید۔ تو کیا تم درحقیقت علیؓ کے دشمن اور انکے طرفداروں کے قاتل نہیں ہو کیا تم نے مالک کو زہر نہیں دلوایا کیا تمنے بیسیوں مسلمانوں کو زہر یا تلوار سے ہلاک نہیں کیا جنپر علی کی محبت کا شبہ تھا۔

معاویہ۔ میں تمہارے سامنے اظہار دینے نہیں آیا جو ان سوالات کے جواب دوں۔ تم خود میرے سامنے مجرم کی حیثیت میں آئے ہو۔ بتاؤ علیؓ پر لعنت کرنی منظور ہے یا نہیں اور میری اطاعت کا حلف اُٹھاتے ہو یا نہیں۔

سعید۔ مجھے دو روز کی مہلت دو تاکہ میں اسپر غور کر لوں۔

معاویہ۔ تم جیسے مجرم کو ایک ساعت کی مہلت بھی نہیں مل سکتی کہ تمہارا جرم بہت ہی سنگین ہے اور تم نے بہت سے ہوا خواہ تیار کر لیئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تم دمشق سے فرار ہو جاؤ گے جلدی بتاؤ کہ تم کو کیا منظور ہے۔

سعید نے کچھ دیر سوچکر جواب دیا میں تمہاری اطاعت کا حلف اُٹھا سکتا ہوں مگر حضرت علیؓ کو بُرا کہنا مجھے کسی طرح منظور نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا اب یہ شرط بہت ضروری ہو گئی ہے۔ اگر تم اسکے لیئے آمادہ نہیں ہو تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لو۔ اور مرنے کے لیئے تیار ہو جاؤ۔

یہ کہکر معاویہ نے حکم دیا اس کے دونوں بھائیوں اور بیوی بچوں کو پکڑ لاؤ اور جب تک میں ظہر کی نماز سے فراغت حاصل کروں انکو میرے سامنے حاضر کرو۔

سعید نے کہا اے معاویہ نماز مجھ کو بھی پڑھنی ہے۔ معاویہ نے کہا تم اسی جگہ نماز پڑھ سکتے ہو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ورنہ تم وہاں کوئی اور فتنہ برپا کرو گے۔ یہ کہکر معاویہ مسجد میں چلے گئے اور سعید کے بال بچے مقید کر کے لائے گئے اور نماز سے فارغ ہو کر معاویہ دربار میں آئے اور سعید کے بھائیوں اور بچوں سے بھی وہی درخواست کی جو سعید سے کی تھی مگر کسی نے حضرت علیؑ کے لعنت کے مطالبہ کو قبول نہ کیا تو حکم دیا گیا کہ ان کے ہاتھ رسیوں سے باندھ دو اور پہلے سعید کے بچّوں کو کوڑے مارو یہاں تک کہ وہ بے دم ہو جائیں۔

غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ اور بچوں پر کوڑے پڑنے شروع ہوئے۔ سعید کی چھوٹی لڑکی کوڑوں کی تاب نہ لائی اور اس نے بے اختیار رونا اور ماں باپ کو پکارنا شروع کیا وہ کہتی تھی "اماں مجھے بچاؤ۔ چچا جلدی دوڑو۔ ابا ابا ہائے میرا بدن لہولہان ہوا جاتا ہے۔ اچھی مجھے گود میں لے لو"۔

بچّی کا یہ حال دیکھ کر سعید کی بیوی چیخی اور کہا۔ لعنت ہو تجھ پر اے معاویہ اسلام نے بچوں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر خطا ہے تو سعید کی ہے اس کے معصوم بچّوں پر کیوں ظلم کیا جاتا ہے۔ خدا تم کو غارت کرے اے اُمیہ کے گھر والوں۔ تم نے دُنیا کو اور خدا کی پاک زمین کو جور و ستم سے تاریک و ناپاک کر دیا۔

معاویہ نے حکم دیا اس عورت کی زبان کاٹ لو۔ یہ سنتے ہی فوراً ایک شخص نے آگے بڑھ کر سعید کی بیوی کے مُنہ میں ہاتھ ڈالا اور اسکی زبان پکڑ کر باہر نکالی اور اس کو خنجر سے کاٹ دیا۔ زبان کٹتے ہی وہ بیچاری خون میں نہا گئی اور مُرغ بسمل کی طرح فرش پر لوٹنے لگی۔

سعید اپنی بیوی کا یہ حال دیکھ کر بے قابو ہو گیا اور اس نے کہا:۔

یا علی تمہاری محبّت بھی کتنی مشکل ہے

اے رسول اللہ صلعم کے پیارے بھائی کاش تم ہم بیکسوں کو دیکھ سکتے کہ تمہاری محبت کے

جرم میں ہمپر یہ ظلم کیے جاتے ہیں۔ یا اللہ میں کیونکر صبر کروں۔ یہ بڑا مشکل امتحان ہے۔
سعید کے دونوں بھائی یہ سفاکی دیکھ کر لرز گئے اور انہوں نے دیکھ کر کہا یا امیر المومنین ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل پر راضی ہیں۔ یہ سنکر معاویہ نے حکم دیا۔ انکو کھولدو۔ اور پھر سعید سے کہا۔ اے سعید تو بھی ضد سے باز آجا۔ ورنہ مفت میں جان جائے گی۔
سعید۔ یا امیر الشام میرے ہاتھ کھولدو۔ میں بھی اپنے بھائیوں کا ساتھ دونگا۔ اور جو تم چاہوگے کہونگا۔ معاویہ نے سعید کے ہاتھ بھی کھلوا دیے۔ مگر جونہی ہاتھ کھلے سعید نے دوڑ کر معاویہ پر حملہ کیا اور انکو جھپٹ کر گلا گھوٹنے لگا۔ معاویہ کے غلام دوڑے اور سعید کو جبراً معاویہ سے الگ کر دیا لیکن سعید نے اس زور سے معاویہ کا گلا دبایا تھا کہ معاویہ کو بہت دیر تک کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ اور انکے حکم بغیر ایک غلام نے سعید کے سینہ پر خنجر مار کر اس کو ہلاک کر دیا جب معاویہ کو ذرا اطمینان ہوا تو انہوں نے سعید کے بیوی بچّوں اور بھائیوں کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا۔ سعید کے بھائی چیخے کہ یا امیر المومنین ہم تو علیؑ پر لعنت کرنیکا اقرار کر چکے ہیں ہمیں کیوں قتل کیا جاتا ہے۔ معاویہ نے کہا تمہارا کچھ اعتبار نہیں۔ تم سب بڑے دغا باز ہو۔
غلاموں نے معاویہ کا اشارہ پاتے ہی سعید کے بھائیوں اور زخمی بیوی اور معصوم بچّوں کو وہیں دربار میں بکریوں کی طرح پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا۔
دربار میں اسوقت سرجون بن منصور کاتب معاویہ حاضر تھا۔ اسکو بچوں کا قتل بہت ناگوار ہوا۔ اور اس نے چہرے کے تغیر سے اپنی ناراضی ظاہر کی۔ معاویہ نے سرجون کے بشرہ کو دیکھکر پہچانا اور کہا
"میں جانتا ہوں کہ اسلام اور کوئی مذہب عورتوں اور بچّوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ سعید کے بیوی بچّوں کا قصور نہ تھا۔ مگر سیاست اسی کی متقاضی تھی کہ میں سعید جیسے زبردست باغی کو عبرتناک سزا دوں اگر سعید میری جان پر حملہ نہ کرتا تو میں اس کے بیوی بچّوں کو چھوڑ دیتا بچّوں کو کوڑوں کی سزا اس واسطے دی گئی تھی کہ سعید دب جائے اور

میری اطاعت کا حلف اُٹھائے مگر خدا کو ایسا منظور نہ تھا اور سعید کے
بیوی بچوں کی قضا آچکی تھی"۔

سرجون۔ امیر المومنین سچ فرماتے ہیں۔ مگر اس قسم کی سیاست بعض وقات برعکس اثر پیدا کرتی ہے۔

معاویہ۔ مجھے کچھ خوف نہیں ہے میں کسی برعکس اثر سے ڈرتا نہیں ہوں۔ سرجون کیا تم سعید سے کچھ تعلق رکھتے تھے۔

سرجون۔ میں امیر المومنین کے تخت کا حلقہ بگوش ہوں۔ اور اس تخت کے باغی سے تعلق رکھنا حرام سمجھتا ہوں۔ مگر عورت اور بچوں کے دردناک حال نے مجھ کو متاثر کیا۔ اگر حضور کو میری عرض ناگوار گزری تو معافی چاہتا ہوں۔

معاویہ نے کہا دربار برخاست کیا جائے۔ لاشوں کو یہاں سے لیجاؤ میں اس مسئلہ پر اب کچھ گفتگو کرنی نہیں چاہتا۔

نواں باب

فرحہ اور ریحانہ کا فرار

آپا تم پر خالد بن یزید نے سحر کر دیا ہے۔ کچھ یاد بھی ہے ہم یہاں کس غرض سے آئے تھے چھ مہینے گزر گئے تم نے خالد سے نکاح کر کے ایک دن بھی یاد نہ کیا کہ تمہارے ماں باپ کا خون انتقام چاہتا ہے۔ اور یہاں کسی خاص مقصد سے ہمارا آنا ہوا تھا۔

فرحہ۔ ہاں ریحانہ تم سچ کہتی ہو۔ میں اس زندگی کے دھوکہ میں آگئی۔ میں نے تم سے ملنا بھی کم کر دیا۔ حالانکہ مجھ پر فرض تھا کہ روز تم سے ملتی اور قتل معاویہ کے ارادہ کو تازہ کرتی رہتی۔ خالد سے میں نے اسی وجہ سے نکاح کر لیا کہ وہ ہم کو ہمارے ارادہ میں مدد دے گا کیونکہ اس کو حضرت علیؓ سے سچی محبت ہے اور معاویہ سے دلی نفرت رکھتا ہے۔

ریحانہ۔ آپا یہ تم کیسی بے عقلی کی بات کہتی ہو۔ یزید ابن ابی سفیان کا بیٹا اور حضرت علیؓ کا دوست

پتھر کا پانی بن جانا ممکن مگر بنی اُمیہ کا حضرت علیؓ سے محبت کرنا ممکن نہیں۔ خالد تم کو فریب دیتا ہے۔ اس نے تم سے نکاح کرنے کے لیئے یہ مکر کیا ہے۔ ورنہ اپنے سگے چچا کے خلاف وہ ہرگز نہیں ہو سکتا جسکے دم سے خالد کے یہ امیرانہ ٹھاٹ ہیں۔ اسی کو ایک عورت کی خاطر وہ قتل کرنا چاہے۔ میں اس کو کیونکر تسلیم کر لوں۔ یہ بات سراسر غلط ہے۔

فرحہ۔ نہیں ریحانہ خالد کو بعض خانگی وجوہات کے سبب معاویہ سے عداوت ہو وہ ہر روز معاویہ کے خلاف مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے۔ چنانچہ برسوں اس نے مجھ سے کہا کہ سعید تاجر اور اسکے بیوی بچوں کے قتل سے امرائے دربار اور شہر کے باشندوں میں عام ناراضی پھیلی ہوئی ہے اور معاویہ اس سے بہت پریشان ہو رہے ہیں۔

ریحانہ۔ سعید تاجر کون تھا؟ اور اس کو بیوی بچوں سمیت کیوں قتل کیا گیا؟

فرحہ۔ خالد کی زبانی معلوم ہوا حضرت علیؓ کی محبت کا اظہار سب سے بڑا جرم تھا۔ اور خالد کہتا تھا کہ بڑی بے دردی سے سعید کے بیوی بچوں کو قتل کیا گیا۔ جس سے سرجون بن منصور نے اختلاف کیا تھا اور رات کو زیاد اور ضحاک وغیرہ نامور امیروں کو جمع کر کے معاویہ نے سعید کے واقعہ پر بہت افسوس کیا اور کہا کہ ایسا کھلم کھلا قتل میری عادت اور حکمت عملی کے خلاف تھا۔ اسپر زیاد نے معاویہ کو تسلی دی اور کہا آپ کچھ افسوس نہ کیجئے سعید اسی قابل تھا۔

ریحانہ۔ تو کیا خالد معاویہ کے خلاف سعید کے واقعہ سے کچھ فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔

فرحہ۔ ہاں اس نے مجھ سے کہا کہ معاویہ علاوہ اس بیرونی جھگڑے اور فکر کے ایک خانگی رنج میں بھی مبتلا ہیں۔ اگر ایسے وقت ان کے خلاف کچھ کام کیا جائے تو بہت مفید ہو گا۔ کیونکہ ان دنوں ان کی قوت تدبیر پراگندہ ہے۔

ریحانہ۔ تم کو کچھ معلوم ہوا وہ خانگی فکر کس بات کا ہے؟

فرحہ۔ میں نے خالد سے دریافت کیا تھا اس نے بتایا کہ مرجانہ نام ایک لونڈی ہے جو معاویہ کی منظور نظر تھی اس سے یزید نے کچھ تعلق پیدا کر لیا اور معاویہ نے اپنی آنکھ سے دو نوںکا

لہٰذا دیکھ کر مرجانہ کو قید کی سزا دی۔ اور اب اُسکو یزید سے بہت ملال ہے اور ہر وقت اسکے رنج سے مغموم رہتا ہے۔
ریحانہ۔ کیا فرحہ۔ تمنے یہ خبر سچی سُنی ہے۔ اللہ اکبر بنی اُمیہ نے اپنی عربی شرافت کو بالکل فراموش کر دیا۔ باپکی لونڈی سے بیٹے کا تعلق اہل عرب میں کسی نے نہ سُنا ہوگا۔ لعنت ہے ایسے بدچلن لوگوں پر۔
فرحہ۔ کیا تم اس موقع پر کوئی ایسی تدبیر تجویز نہیں کرتیں جس سے ہم اپنے والدین کا اور حضرت علی کا انتقام لے سکیں۔
ریحانہ۔ اگر تم کو واقعی خالد پر اعتماد ہے تو اس سے مشورہ کرو۔ میرا ذہن تو بنی اُمیہ کی روٹی کھاتے کھاتے کند ہو گیا۔
فرحہ۔ اچھا دیکھو میں آج ہی اسکی کچھ تدبیر کروں گی۔ لیکن تم جابر سے بھی اسکا ذکر کرنا شاید وہ ہماری مدد کر سکے۔
ریحانہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے جابر سے بات کرنی ترک کر دی ہے کیونکہ اسکی نظر مجھ کو خراب معلوم ہوتی تھی۔ اب میں اس کو اپنے مکان کے قریب بھی نہیں آنے دیتی۔ مگر ہاں۔
ریحانہ نے کچھ دیر سکوت کے بعد کہا۔ فرحہ میرے دل میں ایک بات آتی ہے۔ مگر اس کو میں ابھی بیان نہ کروں گی۔ دیکھو کل تک اسکا بندوبست کر کے تم سے ملوں گی۔
فرحہ ریحانہ کے پاس سے اُٹھ کر چلی گئی۔ اور ریحانہ نے اپنی رومی لونڈی کو بُلایا جو خالد نے اسکی خدمت کے واسطے مقرر کی تھی۔ اور چپکے چپکے اس سے کچھ باتیں کیں۔
فرحہ ریحانہ سے بات چیت کر کے خالد کے پاس گئی تو دیکھا وہ کچھ سراسیمہ اور مغموم بیٹھا ہے فرحہ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا۔ ابھی خبر آئی ہے کہ آج صبح معاویہ پر کسی شخص نے حملہ کیا مگر معاویہ بچ گئے۔ قاتل گرفتار ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ آج ہی کوفہ میں حضرت علی قتل ہوئے ہونگے۔ اور مصر میں عمرو بن العاص۔
فرحہ۔ قاتل نے حضرت علی اور عمرو بن عاص کے قتل کا حال کیونکر جانا۔
خالد۔ وہ کہتا ہے ہم تین آدمیوں نے آپس میں اسکا سمجھوتہ کر لیا تھا کہ ایک معاویہ کو مارے

دوسرا علیؓ کو قتل کرے تیسرا عمرو عاص کو ہلاک کردے۔ یہ ہی تینوں مسلمانوں کے باہمی نفاق کے باعث ہیں۔

فرحہ۔ معاویہ نے تو حضرت علیؓ کے قتل کی سازش کر رکھی تھی تو کیا حضرت علیؓ نے بھی کسی کو قتل معاویہ پر مامور کیا تھا؟

خالد۔ نہیں یہ تو خارجیوں کی ایک جماعت کا کام ہے۔ معاویہ نے جن لوگوں سے قتل علیؓ کی سازش کی تھی وہ اور لوگ ہیں انکو میں جانتا ہوں اور حضرت علیؓ تو اس قسم کی سازشوں کو جائز ہی نہیں سمجھتے ان پر شبہ کرنا فضول ہے خدا علیؓ کی خیر رکھے۔

فرحہ۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ تم کچھ فکرمند ہو۔ اسکی کیا وجہ ہے۔

خالد۔ مجھے خوف ہے کہ اس حملہ کے سلسلہ میں معاویہ بہت گہری تحقیقات کریں گے اور اسمیں اگر انکو معلوم ہو گیا کہ مالک بن اشتر کی لڑکیاں میرے پاس ہیں تو مجھ پر بھی وبال آئیگا۔

فرحہ۔ تو قبل اسکے کہ تم پر وبال آئے تم ہی معاویہ کا کام تمام کیوں نہ کردو۔

خالد۔ یہ بہت مشکل کام ہے اور اب تو معاویہ بڑی ہوشیاری سے زندگی بسر کریں گے۔

یہ دونوں باتیں کررہے تھے کہ جابر کے آنے کی اطلاع ہوئی اور خالد اُٹھکر باہر چلا گیا اور دیر تک جابر سے سرگوشی کرتا رہا۔

رات کو فرحہ سوتی تھی اور خالد بھی اسکے پاس تھا یکایک فرحہ کی آنکھ کھلی اور اس نے دیکھا کہ خالد آہستہ آہستہ کہیں جارہا ہے۔ فرحہ چُپکی پڑی رہی اور جب خالد گھر کے باہر چلا گیا تو یہ بھی اُٹھی اور دبے پاؤں باہر نکلی۔ اس نے دیکھا۔ خالد ایک عورت سے باتیں کررہا ہے۔ اور دونوں باغ کے ایک گوشہ میں پاس پاس بیٹھے ہیں۔ فرحہ ان کی پشت کے قریب ایک درخت کی آڑ میں کھڑی ہو گئی اور باتیں سُننے لگی۔

خالد۔ تم سے کس نے کہدیا کہ میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ عذرا تمہارے پیارے چہرے کی قسم فرحہ کو میں نے نظربند کیا ہے تاکہ امیرالمومنین کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے پائے۔ ورنہ محبت تمہارے سوا دُنیا میں کسی کے ساتھ مجکو نہیں ہے تم ہی بےوفا ہو۔ میں نے سُنا ہے

یزید بن معاویہ سے تم نے تعلقات پیدا کئے اور مجھ کو اور میری پرانی محبت کو فراموش کر دیا یزید تو خیر شہزادہ ہے اس سے گر تعلق پیدا کیا تھا تو میں اتنا بُرا نہ سمجھتا لیکن تم نے تو اپنے غلام کوثر سے الفت کا رشتہ جوڑا ہے۔ اتنے بڑے سردار کی لڑکی اور حبشی غلام سے تعلق تمکو شرم نہیں آتی۔

عذرا۔ شرم تم کو آنی چاہیئے کہ بنی اُمیّہ کے مشہور دشمن مالک بن اشتر کی لڑکی کو گھر میں ڈالا ہے یزید کی محبت کا طعنہ نہ دو میں نے اسمیں سبقت نہیں کی۔ بلکہ یزید نے تمہارے نام کی آڑ لے کر مجکو خراب کیا جب میرے باپ مسلم بن عقبہ کو خبر ہو گئی کہ خالد بن یزید میرے گھر میں مخفی طور سے آتا ہے تو اس نے بڑے سخت پہرے لگا دئیے اور کسی شخص کو میرے پاس آنے کی مجال نہ رہی۔ ایک دن میں حوض میں غسل کر کے باہر نکلی اور کپڑے پہننے کا سامان کرنے لگی تو میں نے دیکھا ایک جوان آدمی کوٹھڑی کے اندر کھڑا ہے۔ میں چونکہ بالکل برہنہ تھی گھبرا کر بیٹھ گئی اور اپنے سر کے بالوں سے اپنا بدن چھپا لیا۔ اس مرد نے کچھ دیر تو مجھ کو دیکھا اور پھر کہا تم شرماؤ نہیں میں خالد بن یزید کا پیغام لایا ہوں اور اسکا خاص آدمی ہوں۔ میں نے چونکہ گھبراہٹ میں اس مرد کی صورت دیکھی نہ تھی یقین کر لیا کہ شائد خالد کا کوئی آدمی ہو۔ مگر تعجب اسکا تھا کہ ایسے مخفی زنانہ مکان میں کدہر سے آ گیا۔ آخر میں نے اُس سے کہا کہ اگر تم خالد کے آدمی ہو تو یہ بدتمیزی تم نے کیوں کی۔ میں برہنہ ہوں اور تم سامنے آ گئے۔ ہٹ جاؤ تاکہ میں کپڑے پہن لوں۔

مگر وہ شخص اسقدر دلیر اور شریر ثابت ہوا کہ آگے میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ اور اسکے بعد میں نے پہچانا کہ وہ امیر المومنین معاویہ کا لڑکا یزید ہے اور پہرہ داروں کو بڑی رشوت دیکر اندر آ گیا تھا۔

اے خالد تم سمجھ سکتے ہو عورت ذات کمزور ہے۔ اور بادشاہ کے بیٹے کے سامنے تو کوئی عورت بھی طاقتور نہیں رہ سکتی۔ کیا تمنے نہیں سُنا کہ یزید نے تو اپنے باپ کی بیوی تک کو نہ چھوڑا۔

خالد۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تم کیوں جھوٹ بولتی ہو یزید تمہارے ہاں ہرگز نہیں آیا۔ تم خود یزید کے پاس گئی تھیں۔ تم نے اپنے غلام کوثر سے بیان کیا کہ میں یزید کی بہن سے ملنے گئی تھی اور

غلطی سے اس مکان میں چلی گئی۔ جہاں یزید برہنہ غسل کر رہا تھا۔ اور یزید نے میرے باپ کی عزت خراب کر دی۔ عذرا تم بہت مکار ہو گئی ہو۔ تمنے وفاداری کے سب عذرے خاک میں ملا دیئے۔ مجھے سب سے زیادہ قلق اسکا ہے کہ غلام سے تعلق پیدا کیا اب تم میرے کام کی نہیں ہو۔ اور میں تم سے کچھ واسطہ رکھنا نہیں چاہتا۔

عذرا۔ میں کب چاہتی ہوں کہ تم جیسے باغی سلطنت سے محبت کروں میں تو آج کی رات تمکو اطلاع دینے آئی تھی کہ امیر المومنین کو خبر ہو گئی ہے کہ مالک بن اشتر کی لڑکیاں خالد کے گھر میں پوشیدہ ہیں اور انکا ارادہ امیر المومنین کے قتل کا ہے میں نے سابقہ تعلقات کی بنا پر چاہا کہ تم کو خبر کر دوں تاکہ تمہاری جان خطرہ سے بچ جائے۔ اسواسطے خود یہاں آئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ قضا تمہارے سر پر کھیل رہی ہے تم میرے فعل میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو۔ میں نے جو چاہا کیا اور جو چاہوں گی کروں گی۔ تمنے بھی تو چھ مہینے سے غیر کو دل دے رکھا ہے۔ کیوں خالد تم ہی وہ خالد ہو جس نے عذرا سے کہا تھا کہ میں سات برس سے تیرے خیال میں تباہ ہو رہا ہوں اور تم ہی وہ خالد ہو جس نے فرحہ بنت مالک سے کہا کہ میں سات برس سے تیرا فریفتہ ہوں۔ اے سات برس کے پرانے مکار ڈوب مر ابوسفیان کے گھر والے سب ہی ایسے دغاباز ہوتے ہیں۔

خالد۔ میں نے بنت مالک سے ہرگز نہیں کہا کہ میں سات برس سے تیرا عاشق ہوں۔ تم سے کسی نے یہ غلط بیان کیا۔

عذرا۔ ہاں ہاں آپ سچّے اور میں جھوٹی۔ جابر کو میں نے ہی بنت مالک کیلئے دور دراز سفر پر بھیجا تھا اور وہ میں ہی ہوں جو بنت مالک سے قتل معاویہ کے مشورے کرتی ہوں۔

خالد کے بدن میں عذرا کی باتوں سے خون جم گیا۔ اور خوف و ندامت سے اسکا حلق خشک ہو گیا وہ بات کرنی چاہتا تھا۔ مگر زبان کی خشکی اور سانس کی تیزی سے وہ بول نہ سکتا تھا آخر اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اچھا پیاری عذرا میری خطاؤں کو معاف کر دو۔ بے شک میں قصوروار ہوں۔ اور ابھی مالک کی بیٹیوں کو تمہارے سامنے ہلاک کر دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ خدا کے لئے امیر المومنین کے

قہر سے مجھے بچالو پھر میں ساری عمر تمہارا غلام بنا رہوں گا۔
عذرا چپ ہو جا۔ جھوٹے فتنہ پرداز۔ اپنے چچا کو دھوکہ دینے والے مجھے تیری کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

خالد اور عذرا کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے بعد خالد اٹھا اور اس نے کہا اچھا عذرا میں ابھی مالک کی لڑکیوں کے سر کاٹ کر لاتا ہوں جب تو تجھے یقین آئے گا۔ یہ کہا اور اٹھ کر خوابگاہ کی طرف چلا عذرا وہیں بیٹھی رہی۔

فرحہ نے یہ سب باتیں سنیں۔ اور جب اس نے دیکھا خالد محکو قتل کرنے اندر جاتا ہے تو اس نے ہمت کرتے فیصلہ کیا کہ یہ وقت مردانہ کام کرنے کا ہے۔ چنانچہ وہ بھی دبے پاؤں خالد کے پیچھے پیچھے مکان کے اندر گئی۔ تو اس نے دیکھا کہ خالد تلوار دیوار پر سے اُتار رہا ہے۔ فرحہ نے اپنا دوپٹہ سر سے اُتارا اور پیچھے سے جا کر خالد کے منہ پر اسکو ڈالکر اس زور سے کھینچا کہ خالد بے قابو ہو کر گر پڑا۔ فرحہ اسکو چمٹ گئی اور جبراً اسکے ہاتھ دوپٹہ سے باندھنے لگی۔

خالد نے خیال کیا عذرا اندر آگئی ہے اسواسطے اس نے کہا۔ عذرا تم ذرا صبر کرو میں ابھی فرحہ و ریحانہ کا سر کاٹ کر لاتا ہوں۔ مگر چونکہ اندر تاریکی تھی اور فرحہ نے خالد کی آنکھوں پر دوپٹہ ڈال رکھا تھا اسواسطے وہ فرحہ کو پہچان نہ سکا۔ مگر فرحہ عورت ذات تھی خالد نے زور کر کے اس کو دبا لیا اور فرحہ کو گود میں دبوچ کر کہنے لگا۔ اب بولو عذرا کیا علاج کروں۔ فرحہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ بالکل بے بس ہوگئی تھی اور اسکو ڈر تھا کہ اگر خالد نے آنکھ کھولکر مجھ کو دیکھ لیا تو ابھی قتل کر ڈالیگا۔ اسواسطے اس نے خالد کی تلوار اُٹھالی جو اسکے پاس پڑی تھی اور خالد کی کوک میں اسکی نوک چبھو دی۔ جسکی تکلیف سے خالد کی گرفت ڈھیلی ہوگئی اور اس نے ہائے عذرا کہکر فرحہ کو چھوڑ دیا فرحہ نے پھرتی کر کے تلوار کا دوسرا ہاتھ خالد کی گردن پر مارا جس سے خالد کی گردن کٹ گئی اور وہ گر کر خون میں لوٹنے لگا۔

فرحہ خالد کو قتل کر کے دوڑی ہوئی ریحانہ کے پاس گئی۔ اس کو جگایا اور سارا حال بیان کیا

ریحانہ نے کہا اب یہی مصلحت ہے کہ عذرا کو گرفتار کر کے اس کے اونٹ پر سوار ہو اور دمشق چلو۔ یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

فرحہ نے اپنے لڑکے کو جگایا۔ اور خون میں بھرے ہوئے کپڑے بدلے اور خالد کا سر کاٹکر ساتھ لیا۔ اور دونوں بہنیں عذرا کی طرف گئیں جہاں وہ بیٹھی تھی۔ فرحہ نے آگے بڑھ کر خالد کا سر اسکے آگے ڈال دیا۔ عذرا نے رات کے سبب اس کو فرحہ کا سر سمجھا۔ اور ایک دفعہ ہی خوش ہو کر کہا شاباش پیارے خالد تم اپنی بات کے پورے ہو۔

عذرا کی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ریحانہ نے آگے بڑھکر عذرا کے منہ پر کپڑا ڈالکر اسکو دبوچ لیا اور اسکے منہ پر ہاتھ رکھکر فرحہ سے کہا لاؤ کپڑا لاؤ اور اسکے مُنہ میں ٹھونس دو تاکہ یہ آواز نہ نکال سکے۔ چنانچہ دونوں بہنوں نے ملکر عذرا کو قید کر لیا۔ اسکے بعد ریحانہ اپنی رومی لونڈی کے پاس گئی اور اس کو جگاکر کہا۔ تم نے دمشق میں جس مکان کا بندوبست ہمارے واسطے کیا ہے وہ کس محلہ میں ہے۔ لونڈی نے کہا۔ وہ زیاد کے مکان کے قریب ہے تو کیا تم مجھکو ساتھ نہ لے چلوگی۔ ریحانہ نے کہا اگر تو چلے اور ہماری رازدار رہے تو ہم تجھکو اپنی جان کی برابر رکھیں گے۔ لونڈی نے کہا میں اگر رازدار نہوتی تو اپنے مالک سے پوشیدہ تمہارے کہنے سے مکان کا بندوبست کیوں کرتی۔

ریحانہ نے کہا اچھا تو اصطبل میں جا اور ایک تیز سانڈنی کھول لا۔ تاکہ ہم اس وقت یہاں سے بھاگ چلیں۔ لونڈی گئی۔ اور ایک سانڈنی تیار کر کے لے آئی۔ فرحہ اور ریحانہ نے باہر نکلکر دیکھا کہ عذرا کی سانڈنی تیار کھڑی ہے۔ ریحانہ نے فرحہ کے لڑکے کو لونڈی کے ساتھ بٹھایا اور خود فرحہ اور عذرا کی بندھی ہوئی گٹھڑی کے ساتھ عذرا کے اونٹ پر سوار ہوئی اور دونوں سانڈنیاں دمشق کی طرف چل دیں۔ راستہ میں ریحانہ نے فرحہ سے کہا۔ تم نے کچھ خرچ بھی لے لیا۔ دمشق میں ہم کیونکر بسر اوقات کریں گے۔ فرحہ نے کہا تم اطمینان رکھو میں نے دس ہزار اشرفیاں کپڑوں کے ساتھ باندھ لی ہیں *

دسواں باب

حصین بن نمیر کے پڑوسی

تم میرے شوہر ہو خدا نہیں ہو مجھ پر دنیاوی کاموں میں تمہاری اطاعت واجب ہے۔ دین کے مسائل میں مجھ کو آزادی ہے تم کو کوئی حق نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کو برا کہنے کے لیے مجھ کو مجبور کرو۔

حصین بن نمیر۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں علیؓ کو برا کہا کریں اور ان سے بیزاری کا سبق اپنے بیوی بچوں کو دیں۔ تم میری بیوی ہو تم کو بھی علیؓ سے بیزار رہنا چاہیئے۔

عاتکہ۔ یہ نہیں ہو سکتا جس رسول کا میں کلمہ پڑھتی ہوں اس کے محبوب بھائی اور مقبول داماد کو برا کہوں۔ اگر تم کو حکم دیا گیا ہے تو تم کو خدا کے حکم کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ دنیا کے بادشاہ سے بڑا دین کا بادشاہ ہوا کرتا ہے۔ اور وہ خدا رسولؐ ہیں۔

حصین بن نمیر۔ ہاں میں اسکو تسلیم کرتا ہوں۔ علیؓ کی فضیلت کا مجھے اقرار ہے۔ اور یہ بھی مانتا ہوں کہ مسلمان وہی ہے جو رسولؐ خدا کے قرابت داروں سے محبت رکھے۔ مگر اے عاتکہ دنیا بھی ایک چیز ہے۔ قرآن میں خدا نے حکم دیا ہے ولا تنس نصیبک من الدنیا اپنی دنیا کا حصہ فراموش نہ کر۔ امیر معاویہ کے پاس ہماری دنیا کا حصہ ہے ہم اس کو کیونکر چھوڑ دیں۔

عاتکہ۔ اگر تم دنیا کو دین سے زیادہ سمجھتے ہو تو تمہیں اختیار ہے مگر میں اپنا ایمان دنیا کی خاطر برباد نہ کرونگی۔

حصین بن نمیر۔ صرف حضرت علیؓ کے برا کہنے سے ایمان نہیں جاتا۔

عاتکہ۔ ابھی تم نے کہا تھا مسلمان وہی ہے جو رسولؐ خدا کے قرابتداروں سے محبت رکھے۔ اور اب کہتے ہو کہ علیؓ کے برا کہنے سے ایمان نہیں جاتا۔

حصین بن نمیر۔ اب اس بحث کو چھوڑو۔ اور علیؓ کو برا کہنے کا اقرار کرو۔ آج کل معاویہ کا مزاج نہایت برہم ہے اور وہ ہر شخص پر غداری کا شبہ کر رہے ہیں۔ کل رات کو خالد بن یزید بن ابی سفیان کو انہوں نے قتل کرا دیا۔ حالانکہ وہ ان کے بھائی کا بیٹا تھا۔

عاتکہ۔ خالد کا کیا جرم تھا۔ وہ تو امیر المومنین کا بڑا خیر خواہ سمجھا جاتا تھا۔

حصین۔ اس نے مالک بن اشتر کی لڑکیوں کو اپنے پاس چھپایا تھا۔ خالد کے ملازم جابر نے اسکی اطلاع معاویہ کو کر دی اور انہوں نے خفیہ طریقہ سے بیچارے کو قتل کرا دیا۔ صبح کو اسکی لاش پائی گئی۔

عاتکہ۔ اور مالک کی لڑکیوں کا کیا حشر ہوا۔

حصین۔ ان کو خالد نے کہیں بھگا دیا۔ سوار تلاش کرنے گئے ہیں۔

عاتکہ۔ یہ تو بڑا اندھیر ہے۔

حصین۔ جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ علی کو برا کہا کرو تاکہ ہم پر کوئی آفت نہ آجائے۔

عاتکہ یہ سنکر چپ ہوگئی اور اس نے شوہر کو پھر کچھ جواب نہ دیا۔ حصین بن نمیر بھی خاموش ہو کر باہر چلا گیا۔

جب حصین گھر سے باہر جا چکا تو ایک رومی لونڈی عاتکہ کے پاس اندر آئی جو دروازہ کے قریب ایک ستون کی آڑ میں چھپی ہوئی کھڑی تھی اور عاتکہ حصین کی باتیں سن رہی تھی۔

رومی لونڈی۔ عاتکہ بی بی سلام۔ خدا آج کی شام تم کو مبارک کرے۔

عاتکہ۔ تم کس کی لونڈی ہو۔

لونڈی۔ میں عمر تاجر کی لونڈی ہوں جس نے آپکے پڑوس میں مکان لیا ہے۔ اسکی بیوی اور ایک بہن اور ایک لڑکا اور ایک میں یہاں رہتے ہیں اور وہ خود تجارت کے لیئے دمشق سے باہر چلا گیا ہے۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ حصین بن نمیر اور زیاد ابن ابی سفیان کے ہم پڑوسی ہیں۔ تم جا کر ان کی عورتوں سے پوچھو کہ ہم کو ان کے پاس آنے کی اجازت ہو تو آیا کریں کیونکہ ہمارا مرد گھر پر موجود نہیں ہے اور ہمارا دل تنہائی میں بہت گھبراتا ہے۔ عاتکہ نے کہا۔ وہ شوق سے یہاں آیا کریں اور میں بھی انکے پاس جانے کی کوشش کروں گی۔ یہ عمر تاجر کہاں کے رہنے والے ہیں۔

لونڈی۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ مجھ کو انہوں نے یہیں دمشق سے خریدا ہے۔

عاتکہ۔ بوا آج کل نازک زمانہ ہے اجنبی عورتوں سے ملنا مشکل ہے میں اپنے شوہر سے

دریافت کرکے جواب دوں گی۔

لونڈی نے کہا بہت اچھا۔ آپ ان سے پوچھ لیجئے۔ یہ کہکر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور فرحہ وریحانہ سے عاتکہ کی وہ سب باتیں کہیں جو اس نے اپنے شوہر حصین بن نمیر سے کی تھیں۔ فرحہ وریحانہ کو بہت خوشی ہوئی کہ حضرت علیؓ کی ایک دوست عورت ہم کو مل گئی۔ لیکن یہ بہت اندیشہ کی بات ہے کہ عاتکہ اپنے شوہر سے ہمارا حال کہے گی۔ اسمیں تو راز کھلجانیکا خوف ہے۔ لونڈی نے کہا آپ فکر نہ کیجئے اور ابھی عاتکہ کے پاس چلی چلئے۔ تاکہ اس کو پھر دریافت کرنیکی ضرورت ہی نہ رہے۔

فرحہ وریحانہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اپنے لڑکے کو ساتھ لیکر عاتکہ کے پاس چلی گئیں۔

عاتکہ بہت اخلاق سے پیش آئی اور عمر تاجر کا حال پوچھنے لگی۔

فرحہ۔ میرا شوہر دمشق کا رہنے والا ہے۔ اور میں بھی اسی شہر کی باشندہ ہوں۔ میرے ماں باپ مر گئے اور جس محلہ میں میرے شوہر کا مکان تھا وہ بدچلن لوگوں کا ہے اسواسطے اس نے سفر جانے کے وقت یہ تجویز کی کہ شریف اور بڑے آدمیوں کے محلہ میں مکان لے تاکہ ہم بدمعاشوں کی شرارت سے محفوظ رہیں۔

عاتکہ۔ تمہارے خاوند نے بڑی عقلمندی کا کام کیا۔ اب تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ تم ہمارے امن میں کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانے پاؤ گی۔ فرحہ اور ریحانہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور عاتکہ سے گھل ملکر باتیں کرنے لگیں۔ جب رات زیادہ آئی تو فرحہ وریحانہ نے کہا اب ہم جاتے ہیں۔ آپ کے شوہر آتے ہونگے۔

عاتکہ۔ ابھی میرے شوہر دیر میں آئیں گے۔ کیونکہ آج رات کو امیر المومنین خاص خاص امیروں کو کسی پوشیدہ مشورہ کے لئے طلب کیا ہے۔

فرحہ۔ کیا امیر المومنین رات کو بھی دربار کرتے ہیں۔

عاتکہ۔ وہ بڑے محنتی آدمی ہیں اور اپنے فرائض کی تکمیل میں رات اور دن کی کچھ پروا نہیں کرتے انکے امیروں کو بھی ہر وقت مستعد رہنا پڑتا ہے۔ تمنے سُنا ہو گا کہ حضرت علیؓ کسی خارجی کے ہاتھ سے

شہید ہو گئے۔ اب امیرالمومنین اسکا بندوبست کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے لڑکے حسنؑ خلافت پر قائم نہ رہیں اور سب اختیارات امیرالمومنین کے ہاتھ میں آجائیں۔

فرحہ۔ کیا سچ مچ یہ خبر درست ہے کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ یہ تو بہت بڑا واقعہ ہے۔ میرا شوہر عمران کو بہت بُرا سمجھتا ہے۔ مگر مجھ کو خود بخود حضرت علیؓ سے محبت ہے۔ کیسے نیک آدمی تھے مسلمانوں کو تو ان سے محبت کرنی بہت ضروری ہے کیونکہ وہ رسولؐ خدا کے بھائی اور داماد تھے۔

عاتکہ۔ میں بھی حضرت علیؓ کو بہت پسند کرتی ہوں۔ میرے دل میں ان کی بڑی عزت ہے۔ مگر آج کل نازک حالات کے سبب زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔

فرحہ۔ اں بیوی خاموشی ہی بہتر ہے۔ مردوں کو تو دنیا عزیز ہے۔ ایمان کو وہ کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

ریحانہ۔ مرد ہم عورتوں ہی کے لئے دُنیا کماتے ہیں ان کو بُرا کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

عاتکہ۔ ایسی دُنیا عورتوں کو درکار نہیں ہے جس سے دین غارت ہو۔ یہ کہکر وہ ذرا گھبرا گئی کیونکہ وہ ڈری کہ یہ اجنبی عورتیں خلیفہ کی جاسوس نہوں۔

فرحہ نے فوراً اس حالت کو سمجھ لیا اور کہا خدا ہمارا اور مردوں کا ایمان بھی سلامت رکھے اور دُنیا بھی عطا کرے۔ خدا میں سب قدرت ہے۔ بندہ جسطرح اس سے مانگتا ہے اسی طرح وہ دیتا ہے۔ اتنا کہہ کر یہ عورتیں اپنے گھر چلی آئیں۔

گیارھواں باب

ابن آثال کی بیٹی

اماں مجھے نصرانیت سے تسلی نہیں ہوتی مُسلمانوں کا مذہب ہر اعتبار سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اسلام میں خدا کا عقیدہ اتنا صاف ہے کہ ہر شخص آسانی سے اس کو سمجھ سکتا ہے عیسائی مذہب کی توحید میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تین ملکر ایک اور تین میں ایک کو مشاہدہ کرو تو اب سچے دل سے مسلمان ہو جانا چاہتی ہوں۔ ابا نے مجھ سے کہدیا کہ مذہب کے معاملہ میں

تجھے پورا اختیار ہے۔ پھر تم کیوں روکتی ہو۔

ابن آثال کی بیوی۔ تو نادان ہے۔ تیرا تجربہ کم ہے۔ تو نے مسلمانوں کی سلطنت اور شان و شوکت دیکھ کر اسلام کو اچھا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ مذہب کسی طرح عیسائیت سے اچھا نہیں ہے تجھے معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے موجودہ خلیفہ امیر معاویہ جو پیغمبر اسلام کے قریبی رشتہ دار ہیں کیسے سفاک ہیں۔ اور انہوں نے تیرے باپ کے ہاتھوں کتنے آدمیوں کو بے گناہ زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اور خود خلیفہ کا بیٹا یزید کس قدر آوارہ اور بدچلن ہے اور جتنے درباری امیر ہیں ان کو رات دن ملک گیری اور دنیا حاصل کرنے کے سوا اور کچھ کام نہیں۔ عیسائیوں میں دیکھو کتنے راہب ہیں جنکو نہ عورت کا خیال ہے نہ روپے پیسے کا۔ نہ شان شوکت کا۔ وہ رات دن عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔

اگر اسلام اچھا مذہب ہوتا تو اس کے خلیفہ کے خانگی حالات ایسے نہ ہوتے۔

اس کے علاوہ تو مسلمان ہو جائے گی تو نصرانی برادری میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ وہ کہیں گے کہ ابن آثال نے خلیفہ کی نوکری کر کے بے گناہوں کے بے شمار خون کیئے اور پھر دنیا کی خاطر اپنا مذہب بھی بدل ڈالا مسیح تجھ پر رحم کریں یہ خیال دل سے نکال ڈال۔

ابن آثال کی بیٹی۔ تم نے جو کچھ کہا میں بھی پہلے ہی خیال کرتی تھی اور خلیفہ کے لڑکے یزید اور دوسرے امیروں کی دنیا پرستی سے مجھے نفرت تھی اور اس نفرت کے سبب اسلام میری نظر میں خراب و مکروہ ہو گیا تھا اور میں بھی سمجھنے لگی تھی کہ جب اسلام کے خلیفہ کی یہ حالت ہے تو اسلام بہت ہی برا مذہب ہے مگر خدا برکت دے عمر تاجر کی بیوی کو کہ اس نے میرا خیال بدل دیا اور اصل حقیقت مجھکو سمجھا دی۔ اس نے کہا کہ ان امیروں اور خلیفہ کے افعال پر اسلام کی تعلیم کا قیاس نہ کرو کیونکہ یہ گنتی کے چند آدمی ہیں جنہوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے برے اعمال سے اسلام کو بدنام کرتے ہیں ورنہ اسی دمشق میں ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کا سچا نمونہ ہیں۔ میں نے عمر تاجر کی بیوی سے کہا کہ خلیفہ پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں جب انکو بے گناہوں کا خون بہانے اور خفیہ ناجائز جوڑ توڑ کرنے میں دریغ نہیں ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ اسلام ہی کی خرابی ہے۔ کیونکہ جب

اسلام نے اتنے بڑے شخص کی کچھ اصلاح نہ کی تو اور کسی کی کیا کرے گا تو عمر تاجر کی بیوی نے جواب
دیا کہ امیر معاویہ پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار نہیں ہیں انہوں نے شامیوں کو دہوکہ میں
ڈال رکھا ہے۔ اور شام کے سب مسلمان اور غیر مسلمان لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے سوا اور کوئی
پیغمبر اسلام کا وارث نہیں ہے اور یہی ان کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل
غلط ہے پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار حضرت علیؑ تھے جو کسی خارجی کے ہاتھ سے
شہید ہو گئے اور اب ان کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ موجود ہیں جو پیغمبر اسلام کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؑ
کے لڑکے ہیں انکا چال چلن بالکل اسلام کے مطابق ہے۔ امیر معاویہ تو رسولؐ خدا کے خاندان میں بھی
نہیں ہیں۔ بلکہ امیر معاویہ کا خاندان تو رسولؐ خدا کے خاندان کا قدیمی دشمن ہے۔ رسولؐ خدا کے خاندان
کا نام بنی ہاشم ہے اور امیر معاویہ کے خاندان کا نام بنی امیّہ ہے جب بنی ہاشم میں رسولؐ خدا پیدا
ہوئے اور انہوں نے اسلام کو اہل عرب کے سامنے پیش کیا تو بنی امیّہ رسولؐ خدا کے دشمن ہو گئے
اور رات دن رسولؐ خدا کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔ ان مخالفت کرنیوالوں میں سب سے زیادہ
امیر معاویہ کے باپ ابوسفیان تھے اور رسولؐ خدا کو بدر۔ احد۔ خندق وغیرہ کی جو مشہور لڑائیاں پیش آئیں
ان سب میں رسولؐ خدا کے دشمنوں کے سردار یہی ابوسفیان امیر معاویہ کے باپ تھے اور انہی کی شرارت
اور کوشش سے یہ لڑائیاں ہوئیں۔ اور یہی ابوسفیان رسولؐ خدا پر لوگوں کو چڑھا چڑھا کر لیجاتے
تھے۔ غرض ساری عمر مسلمانوں اور انکے رسول کو ابوسفیان نے طرح طرح سے ستایا۔ لیکن
جب رسولؐ خدا کی طاقت ان مخالفتوں کے باوجود بڑھ گئی اور انہوں نے فوج لیجاکر مکّہ فتح کر لیا جہاں
ابوسفیان کی سرداری قایم تھی اور ابوسفیان مفتوح و مغلوب ہو گئے تو انہوں نے اور ان کے بیوی
بچوں نے عاجز ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مگر رسولؐ خدا کی صحبت کا فیض اٹھانے کو مکّہ سے مدینہ نہ گئے
اور انکو رسولؐ خدا کی مبارک تعلیم کا ذرا سا حصّہ بھی میسّر نہ آیا۔ امیر معاویہ کا خاندان چونکہ بنی ہاشم
سے تعداد و دولت میں بڑا تھا اور یہ لوگ اوّل دن سے چالاک اور توڑ جوڑ کرنے میں ماہر تھے
اسواسطے مسلمان ہونے کے بعد ان سب کی کوشش اس طرف مصروف ہو گئی کہ فتوحاتؐ ملکی کا

فائدہ سب سے زیادہ ان کو ہو۔ اور یہ لوگ ان ملکوں کے مالک ہو جائیں جو دوسرے مسلمانوں نے فتح کیے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ رات دن اسی کی کوشش میں لگے رہے اور اسلام کی دینی و اخلاقی تعلیم حاصل کرنے یا اسپر عمل کرنے کی کوشش انہوں نے نہ کی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک تو ان کے ہاتھ آگیا۔ مگر اسلام کا اصلی اثر ان میں نہ جم سکا اور انکے بُرے نمونہ کو دیکھ کر شام کے یہودی اور عیسائی لوگوں نے اسلام کی نسبت بُری رائے قائم کرلی۔ جو لوگ رسول خدا کی صحبت میں رہے ہیں اور آنکی تعلیم کا فیض اُٹھایا ہے وہ بڑے پاکباز اور ظاہر و باطن خدا سے ڈرنے والے ہیں اور خدا کے ہر حق کو پہچانتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو ظلم و بے انصافی کا ہے

ابن آتال کی بیوی۔ اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں نے امیر معاویہ کو اتنا عروج کیونکہ دیدیا کیا ان میں اچھے آدمیوں کی کمی تھی۔ اور کیا حضرت علیؓ اُن میں موجود نہ تھے

ابن آتال کی بیٹی۔ یہ سچ ہے۔ مگر میں نے تم سے ابھی کہا تھا کہ امیر معاویہ اور ان کے خاندان والوں کی اوّل دن سے ملک حاصل کرنے کی کوشش تھی اور حضرت علیؓ اور انکے خاندان والے دین اسلام کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں مصروف تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اوّل اور حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم کے زمانہ میں ایسے دانشمند آدمیوں کی ضرورت تھی جو ملکوں کے انتظام کا تجربہ رکھتے ہوں اسواسطے انہوں نے امیر معاویہ اور انکے خاندان والوں کو ملکی عہدے دیدئے۔ یہ لوگ انتظامی کام میں خوب ماہر تھے اور اس سے ان کو دلچسپی بھی تھی۔ کیونکہ سوائے اس ایک کام کے ان کو اور کسی اسلامی کام سے زیادہ لگاؤ نہ تھا۔

عمر تاجر کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ اگر تم حضرت علیؓ اور ان کے خاندان والوں کو دیکھو تو اسلام کی سچی تصویر تمہارے سامنے آجائے اور تم اسلام کی پوری شیفتہ بن جاؤ

حضرت علیؓ کو دو کام کرنے پڑتے تھے ایک دین کے احکام پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو وہی سکھانا۔ دوسرے امیر معاویہ اور ان جیسے بہت سے دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنا اسواسطے وہ رات دن جھگڑوں میں مبتلا رہتے تھے۔ مگر پھر بھی ان کی زندگی ایک پورے مسلمان کی زندگی معلوم

ہوتی تھی۔اور اب انکے بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کی زندگی اسلام کی تعلیم کا پورا نقشہ ہے۔

عمر تاجر کی بیٹی نے مجھ سے ایک بات اور کہی کہ تم بنی امیہ کے موجودہ خلیفہ امیر معاویہ اور دربار کے سب امیروں کو دیکھو کہ ان میں سوائے خفیہ سازشوں اور بے گناہوں کے قتل کے اور بھی کوئی خرابی ہے۔وہ سب نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں۔اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے برے اعمال صرف دنیا اور حکومت کے لئے ہیں۔ورنہ اسلام نے ان کو اپنی تاثیر سے بالکل محروم نہیں کیا ہے اور وہ اسلام کے باقی امور میں پابند ہیں۔

اسپر میں نے اس سے کہا کہ اسلام شراب اور حرام کاری کو برا کہتا اور اس سے روکتا ہے مگر خلیفہ کا بیٹا اور امیران دربار کے بیٹے اور بعض امیر شراب پیتے ہیں اور رات دن حرام کاری میں مصروف رہتے ہیں۔سیر و شکار کتوں کے کھیل کے سوا ان کا اور کوئی مشغلہ نہیں ہے۔اسکا جواب عمر تاجر کی بیوی نے یہ دیا کہ اسلام نے اسی واسطے دنیا کی حرص و محبت سے روکا تھا کہ یہ دولت دنیا آدمی کو ایسا کر دیتی ہے۔حضرت ابوبکرؓ۔حضرت عمرؓ۔حضرت عثمانؓ۔حضرت علیؓ بادشاہی کرتے تھے۔بیشمار دولت ان کے پاس آتی تھی مگر انہوں نے اس کو دل نہ دیا اور اس سے محبت نہ کی۔اسواسطے انکے اعمال بالکل پاک رہے۔بنی امیہ کے امیروں نے دولت کو اپنا مطلوب بنالیا لہذا وہ عموماً بداعمال ہو گئے۔

تم دمشق کے عام مسلمانوں کو دیکھو وہ سب اسلام کی تعلیم کا نمونہ نظر آئیں گے۔

چنانچہ میں نے اس دن کے بعد دمشق کے عام مسلمانوں کا حال دیکھنا شروع کیا۔میں گھر بہ گھر پھری۔اور عورت مرد بوڑھے جوان سب کو الگ الگ آزمایا اور مل جلکر دیکھا اور شہر کے علما و مشایخ کے پاس گئی۔اور ان کی زندگی پر غور کرتی رہی۔ان کی تعلیم کو سنا تو میرا دل روشن ہو گیا مجھ کو بنی امیہ کے یہ چند آدمی سمندر کے تنکے نظر آنے لگے اور میں مان گئی کہ یہ بداعمال لوگ اسلام کے عالیشان قصر میں چند کنکریوں کی طرح ہیں جن کو قصر کے خوشنما در و دیوار و فرش و فروش سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے۔گو نام چار کو حکومت پر ان کا قبضہ ہے۔دولت ان کے پاس کھنچی چلی آتی ہے مگر اسلام کی

شان دیکھنے کے لیئے ان کو اور ان کے چال چلن کو نمونہ قرار دینا بالکل غلطی ہے جب ہم ان چند صورتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل میں دین اسلام بہت ہی مکروہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ لیکن جب ان کے خاندان کے باہر نظر ڈالتے ہیں تو اسلام کی دل لبھانے والی ایک عظیم الشان جنت پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جہاں دین اور دنیا کی مکمل رونق موجود ہے تم عیسائی راہبوں کی تعریف کرتی تھیں کہ دنیا سے تارک عورتوں سے بے پرواہیں مگر میں اسکو تعریف نہیں سمجھتی جس دنیا میں خدا نے پیدا کیا ہے اس کو بالکل ترک کر دینا بھی برا ہے۔ اور بالکل دنیا کا بن جانا اور رضا کو چھوڑ دینا بھی اچھا نہیں۔ اسلام نے ایسی تعلیم دی ہے کہ آدمی دنیا کی عزت و دولت و راحت بھی حاصل کرے اور آخرت کا سامان بھی عبادت و نیکیوں سے کرتا رہے۔

ابن آثال کی بیوی۔ میں نے مانا کہ اسلام اچھا مذہب ہے اور بنی امیہ کے امیروں کی بداعمالیاں اسکی برائی کی سند نہیں ہو سکتیں اور وہ گنتی کے چند خراب آدمی ہیں اور باقی ہزاروں لاکھوں مسلمان اسلام کا اصلی نمونہ ہیں مگر اسکا کیا علاج کہ ہم اپنی نصرانی قوم میں ذلیل ہو جائیں گے۔ اگر تم اسلام قبول کرو گی

ابن آثال کی بیٹی۔ اماں اصل عزت خدا کی رضامندی میں ہے حضرت مسیح نے جس پیغمبر کی بشارت دی تھی اسکا قبول کرنا ہم پر واجب ہے اور وہ حضرت محمد ﷺ تھے۔ اگر ہم اسمیں قوم کی رسوائی کا خوف کریں گے تو خدا کے سامنے ہماری اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی ہوگی اور وہی اصلی رسوائی ہے جسکا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔ اماں آخرت سے ڈرو اور تم بھی اس پیارے دین کو قبول کر لو جو میں نے اپنے لیئے پسند کیا ہے۔

ابن آثال کی بیوی۔ بیشک میرا دل اس اچھے دین کی طرف کھینچتا ہے مگر میں خاندان کی عار برداشت نہیں کر سکتی۔ تجکو خبر نہیں ہے کہ دنیا داری کتنی مشکل چیز ہے اور برادری کی بدنامی کو اٹھانا آسان نہیں ہوا کرتا میں تجکو اسلام قبول کرنے کا اختیار دیتی ہوں۔ مگر میری نصیحت یہ ہے کہ اسکو سب کے سامنے ظاہر نہ کر اپنے دل میں اسلام قبول کر لے اور گھر میں پوشیدہ طور سے اس کے ارکان پر عمل کر لیا کر۔ عام چرچے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان ماں بیٹیوں کی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابن آثال بھی گھر میں آ گیا اور اس نے اپنی بیوی سے لڑکی

کے مسلمان ہونیکا ذکر سُنا تو وہ بہت بگڑا اور بولا میں نے پہلے اجازت دیدی تھی۔ مگر میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ سچ مچ مسلمان ہونا چاہتی ہے اسکا دل رکھنے کو کہدیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یزید اس سے محبت رکھتا ہے اس سے مجکو امید ہوئی تھی کہ ایک دن یہ مسلمانوں کی ملکہ ہوجائے گی۔ اسواسطے میں نے اس کو مسلمان ہوجانے کی اجازت دیدی تھی مگر اب میں نے سنا ہے کہ اس نے یزید کو ناراض کردیا۔ اور وہ اس سے نہایت بیزار ہوگیا ہے ایسی حالت میں اس کو مسلمان ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا کہ اب دین بدلنے میں سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر یہ اقرار کرے کہ میں یزید کو راضی کرلوں گی اور اسکو اپنا ایسا فریفتہ بناؤں گی کہ وہ مجھ سے نکاح کرلیگا تو میں خوشی سے اس کو مسلمان ہوجانیکی اجازت دیدونگا۔ کہ پھر ہم تمام مسلمانوں کے بادشاہ بن جائیں گے۔

ابن آشال کی بیٹی۔ اے باپ تجھ کو شرمانا چاہیئے۔ یہ تو کیسی باتیں کرتا ہے۔ تو نے امیر معاویہ کی دوستی میں اپنی غیرت کہاں کھودی۔ تو نے بیشمار بے گناہوں کو زہر دیکر مار ڈالا۔ تو نے مجھ کو مجبور کرکے یزید کے پاس بھیجا۔ میں یزید کو کبھی قبول نہ کروں گی۔ وہ بہت بدچلن آدمی ہے۔ اس نے عذرا بنت مسلم بن عقبہ سے دوستی کرلی اور مجھ سے کہدیا کہ اگر اب تو میرے پاس آئے گی تو زندہ نہ جانے پائیگی۔ میں نے عیسائیوں کو اپنے کتوں سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہوں اور کبھی اس قوم پر اعتبار نہیں کرتا اب تو ہی بتا کہ میں کیونکر ایسے شخص سے تعلق رکھ سکتی تھی جو میری جان کا دشمن ہوگیا تھا مجکو ہونیوالے بادشاہ کی ملکہ بننا منظور نہیں ہے اگر تجکو میں دوبھر ہوں اور تو مجھ کو روٹی دینی نہیں چاہتا تو گھر سے نکالدے میں اور کہیں جاکر اپنا گزارہ کرلوں گی مگر مجھ سے یہ حرام کاری ہرگز نہو سکے گی

ابن آشال۔ شیطان لڑکی تو نے خود یزید کا مزاج بگاڑا۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے جب یزید نے تجھ سے پوچھا کہ کیا تیرا جابر سے کچھ تعلق تھا تو تو نے کہدیا کہ ہاں وہ میرا بہت پرانا دوست ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا جابر کو تو نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ اگر تیرا اس سے کچھ تعلق ہوتا بھی تب بھی تجھ کو انکار کرنا مناسب تھا۔

لڑکی۔ تجھ کو کچھ خبر بھی ہے کہ اس واقعہ میں پیچیدگی کیا تھی۔ یا یونہی مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ اصل قصہ یہ تھا کہ عذرا بنت مسلم نے ایک دن ایک تحفہ یزید کو بھیجا تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ عذرا سے یزید کے تعلقات رہ چکے ہیں میں نے وہ تحفہ واپس کرا دیا۔ اور جو لونڈی تحفہ لائی تھی اس کو خوب دھمکایا عذرا نے جابر جاسوس کو کچھ دیکر یزید کا خیال میری طرف سے ہٹانے کی سازش کی جابر نے یزید سے کہا کہ ابن آثال کی لڑکی بہت بدچلن ہے اور میرا اس سے تعلق رہ چکا ہے۔ یزید نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا میں تو جابر کی شکل سے بھی واقف نہیں ہوں۔ میرا یہ جواب یزید نے جابر سے کہا ہوگا۔ جابر نے اس سے کہا کہ جس دن عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کو امیر معاویہ کے حکم سے خفیہ طور پر زہر دیا گیا تھا تو ابن آثال کی لڑکی میرے ساتھ وہ زہر لیکر گئی تھی اور اسی دن سے میرے اس کے تعلقات ہو گئے تھے۔ جابر کی یہ بات سنکر یزید نے پھر مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا کہ ہاں بیشک ایک شخص جو امیر المومنین کا جاسوس تھا میرے ہمراہ گیا تھا مگر میں یہ نہیں جانتی کہ وہ جابر ہے۔ کیونکہ اس کے بعد میں نے پھر کبھی اس کو نہیں دیکھا۔ نہ اسوقت نام پوچھا تھا۔

یزید کو اس اقرار سے شک ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ عیسائی چھوٹے طمکار ہوتے ہیں۔ اب اگر تو میرے پاس آئے گی تو میں تجکو قتل کرا دوں گا بس یہ میرا اقرار تھا جس کی اطلاع تجکو سطرح بگاڑ کر اور واقعہ کی غلط صورت بنا کر دی گئی۔

ابن آثال۔ اگر یہ بات ہے تو کچھ حرج نہیں میں یزید سے تیری صفائی کرا دوں گا کیونکہ آجکل ایک راز کا کام وہ مجھ سے لینا چاہتا ہے اور اسکے سبب اسکو مجھ سے دبنا پڑے گا۔

لڑکی۔ وہ کیا کام ہے؟

ابن آثال۔ یزید نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں امیر معاویہ کو زہر دیدوں تاکہ تخت اس کو ملجائے۔

لڑکی۔ لعنت ہے ایسے شخص پر جو اپنے باپ کا قتل دولت و حکومت کے لیئے چاہتا ہو۔ اسکا کیا اعتبار۔ ایک دن وہ مجھ کو بھی مار ڈالیگا اگر میں اسکی بیوی بن گئی۔

ابن آثال۔ بک بک نہ کر تجھ کو اس کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔ تو نہیں سمجھتی اسطرح ہم ان

مسلمانوں سے انتقام لیں گے۔ کیونکہ پھر یزید کو قتل کر کے عیسائی بادشاہ کا مقرر کرنا آسان ہو جائے گا اور ہماری گم شدہ سلطنت دوبارہ ہاتھ آ جائے گی۔

لڑکی۔ میں عیسائی سلطنت ہرگز نہیں چاہتی۔ میں مسلمان ہوں اور اسلامی حکومت مجکو پسند ہے۔

ابن آثال۔ اچھا اگر تو مسلمان ہے تو آج کے دن سے تجھ کو قید کیا گیا۔ اس سامنے والی کوٹھڑی میں تو بند رکھی جائے گی۔

لڑکی۔ مجکو قید منظور۔ مگر یزید سے نکاح یا ناجائز تعلق منظور نہیں۔

ابن آثال نے یہ جواب سُنکر لڑکی کو کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ اور بیوی سے کہا تم دوسرے مکان میں چلی جاؤ۔ یہاں پہرہ مقرر کیا جائیگا۔ اسکی بیوی نے رو کر کہا میں اپنی پیاری بیٹی کی قید برداشت نہیں کر سکتی۔ اسپر ابن آثال بولا خاموش ہو جا ورنہ تجکو بھی قید کر دیا جائیگا۔ یہ کہکر ابن آثال باہر گیا اور چاروں غلاموں کو اندر لایا اور حکم دیا کہ اس لڑکی کی حفاظت کرو یہ کہیں باہر نہ نکلنے پائے اور اپنی بیوی کو جبراً وہاں سے دوسرے مکان میں لے کر چلا گیا۔

بارھواں باب

ابن آثال کا قتل

کیا تو یقینی طور پر کہتا ہے کہ وہ بچہ مالک بن اشتر کا نواسہ تھا

نافع۔ جی ہاں میں نے سال بھر کے بعد دیکھا ہے یقیناً وہ فرحہ بنت مالک کا بیٹا تھا اور لونڈی اسکو بازار سے کچھ دلوا رہی تھی۔

خالد ابن مہاجر۔ اگر فرحہ یہاں ہے تو ہم ابن آثال کے قتل میں بہت آسانی کے ساتھ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو جا اور تحقیق کر کہ فرحہ یہاں کس جگہ رہتی ہے اور اس سے ملنے کی کیا صورت ہے۔

نافع اپنے آقا خالد بن مہاجر کا حکم لے کر تحقیقات کرنے گیا اور شام تک جواب لایا۔ کہ ابن زیاد اور حصین بن نمیر کے گھروں کے وسط میں فرحہ و ریحانہ نے مکان لیا ہے اور عمر تاجر کی بیوی اور بہن کے

نام سے مشہور ہیں۔

ابن مہاجر۔ یہ حالات تونے کیونکر معلوم کیے۔

نافع۔ میں نے فرحہ کے لڑکے کو پھر دیکھا اور اس سے بات کی تو بچہ نے مجکو پہچان لیا۔ کیونکہ جب میں مالک کے پاس آپکا پیغام لیکر گیا تھا اور کچھ دن اُن کے ہاں ٹھہرا تھا تو یہ بچہ مجھ سے بہت مانوس ہوگیا تھا۔ جب لڑکے نے مجکو پہچان لیا تو لونڈی مجکو گھر میں لے گئی اور میں فرحہ وریحانہ سے ملا اور اپنا مقصد اُن سے بیان کیا۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئیں اور مجھ سے کہا کہ ہم اس کام میں بڑی عمدگی سے مدد دے سکتے ہیں کیونکہ ابن آثال کی لڑکی ہماری سہیلی بن گئی ہے۔ اور ہم نے اس کو مسلمان کرلیا ہے۔

ابن مہاجر۔ کیا میں فرحہ کے پاس چل سکتا ہوں۔

نافع۔ اس نے خود آپ کو بلایا ہے۔

یہ سنکر ابن مہاجر نافع کے ساتھ فرحہ کے مکان پر گیا۔ اور یہ دونوں عورتیں ابن مہاجر سے ملکر بہت خوش ہوئیں۔

پہلے فرحہ نے اپنی تمام داستان سنائی۔ اس کے بعد ابن مہاجر نے کہا کہ میرے چچا عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کو امیر معاویہ نے ابن آثال سے زہر دلوا کر شہید کردیا ہے میں اس کے انتقام کے لیئے یہاں آیا ہوں۔ تاکہ معاویہ اور ابن آثال کو قتل کروں۔

فرحہ۔ خدا تمہاری مدد کرے ہمارا تمہارا مقصد یکساں ہے اگر تم اسمیں کامیاب ہوئے اور ہم دونوں تمہاری کچھ مدد کرسکے تو ہم خیال کریں گے کہ ہم نے حضرت علیؓ کے دشمن اور اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے بدلہ لے لیا۔

ابن مہاجر۔ خدا ایسا ہی کرے۔ اب ہم کو پہلے معاویہ کے قتل کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

فرحہ۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ معاویہ آج کل بہت ہوشیار رہتے ہیں جب سے ان پر حملہ ہوا ہے انہوں نے اپنی حفاظت کا پورا بندوبست کرلیا ہے۔ یہانتک کہ مسجد میں بھی ایک احاطہ بنوالیا ہے

اور خود اس کے اندر نماز پڑھتے ہیں۔ تاکہ نماز میں ان پر کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے۔

ابن مہاجر۔ یہ معاویہ کی بڑی بدعت ہے۔ اسلام نے تو خدا کے سامنے سب ادنےٰ اعلیٰ بندوں کو برابری کا درجہ دیا ہے۔ شاہ و گدا نماز میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور یہ مساوات کسی قوم و کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ مگر معاویہ نے اس اسلامی شان کو بھی برباد کر دیا اور اپنے لئے ایک شاہانہ شان کی جگہ مسجد کے اندر بنالی تاکہ عام مسلمانوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو کر نماز ادا کریں

فرحہ۔ ایک یہ کیا انہوں نے دین میں بیشمار بدعتیں جاری کر دی ہیں۔ پہلے جمعہ میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا اب وہ نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ نماز کے بعد کوئی نمازی ان کا خطبہ سننے کو ٹھہرتا نہ تھا۔ نماز سے پہلے خطبہ ہونے لگا تو نماز کی خاطر ہر مسلمان کو مجبوراً ٹھہرنا اور خطبہ سننا پڑتا ہے۔

ابن مہاجر۔ خیر کچھ ڈر نہیں ہم معاویہ کی جان لیکر رہیں گے۔ چاہے وہ آسمان کے برج میں جا کر پوشیدہ ہوں۔

فرحہ۔ مگر میری رائے ہے کہ پہلے ابن آثال کو مارو۔ تاکہ ہمت بلند ہو جائے۔ اور معاویہ کا مارنا مشکل نہ معلوم ہو۔

نافع۔ ہاں میں بھی اسکی تائید کرتا ہوں۔ یہ بہت مناسب رائے ہے۔

فرحہ۔ ابن آثال نے اپنی لڑکی کو قید کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہونا چاہتی تھی۔ اور آج کل ابن آثال امیر معاویہ کو زہر دینے کی فکر میں ہے۔

ابن مہاجر۔ ہاں ابن آثال تو معاویہ کا بڑا منہ چڑھا اور معتبر طبیب ہے۔ اب اس کو معاویہ کے قتل سے اور کس درجہ کے ملنے کی ہوس ہے۔ میرا خیال ہے یہ خبر تمکو صحیح نہیں ملی۔

فرحہ۔ نہیں یہ خبر بالکل درست ہے۔ میری رومی لونڈی روز ابن آثال کی لڑکی کے پاس جاتی ہے۔ اور چونکہ اس کے واقف کار رومی غلام پہرہ پر ہیں اسواسطے آسانی کے ساتھ اس لڑکی سے مل آتی ہے۔ اس نے یہ حالات بتائے۔

ابن مہاجر۔ تو پہلے اس لڑکی کو رہا کرنا چاہیئے۔ کہ اسلامی حق کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اپنی مظلوم

بہن کی مدد کریں۔

فرحہ۔ ہاں بیشک ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ مگر ابن آثال کے مرنے کے بعد اسکا چھڑانا آسان ہوگا پہلے اس کے قتل کی تدبیر کرنی مناسب ہے۔

فرحہ کی رومی لونڈی۔ بیوی میں آج صبح ابن آثال کی لڑکی کے پاس گئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اماں مجھ سے ملنے آئی تھیں انہوں نے بیان کیا کہ ابن آثال نے معاویہ کو زہر دیدیا۔ وہ زہر ایسا ہے کہ رفتہ رفتہ انسان کو ہلاک کرتا ہے اور ایک سال کے اندر یا اس کے کچھ بعد وہ ضرور مر جاتا ہے اور اس نے یہ بھی کہا کہ حسن ابن علیؓ کو بھی معاویہ نے ابن آثال سے بنوا کر زہر بھجوایا ہے۔

فرحہ۔ حضرت حسنؓ ابن علیؓ نے تو معاویہ کو خلافت دیدی۔ پھر انکو زہر دلوانے کی کیا ضرورت تھی

ابن مہاجر۔ فرحہ۔ تم مالک کی بیٹی ہو کر ایسی بے عقلی کی بات کہتی ہو۔ گو حضرت حسن نے خلافت ترک کر دی۔ اور گوشہ نشین ہو گئے مگر جب تک وہ زندہ ہیں معاویہ کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کیا خبر ہے وہ کسی اشتعال سے پھر کھڑے ہو جائیں اور خلافت کا دعوے کرنے لگیں۔ خدا برباد کرے ان بنی امیہ کو کیسے دور اندیش لوگ ہیں اور کیسی سفاکی ان میں ہے۔

فرحہ۔ تو اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ابن آثال دربار میں کسوقت جاتا ہے اور واپس کب آتا ہے تاکہ راستہ میں اس کو قتل کیا جائے۔

ابن مہاجر۔ راستہ میں قتل کرنا مناسب نہیں۔ رات کے وقت گھر پر چڑھ جائیں وہاں مار ڈالنا آسان ہوگا

رومی لونڈی۔ وہ مکان ایک قلعہ کی طرح مستحکم ہے۔ تم وہاں نہیں جا سکتے۔

آخر یہ صلاح قرار پائی کہ رات کو ابن آثال جب دربار سے الٹا پھرے تو تنگ محلہ میں اسپر حملہ کیا جائے۔ فرحہ اور ریحانہ نے کہا کہ ہم بھی مردانہ لباس میں وہاں چلیں گے تاکہ تم کو مدد دیں کیونکہ ابن آثال کے ہمراہ اس کے غلام ہوتے ہیں۔

دوسرے دن مغرب کے بعد چار آدمی راستہ میں ایک تنگ محلہ میں ٹہلتے نظر آئے۔ کچھ دیر

گزری تھی کہ ابن آثال خچر پر سوار وہاں آیا۔ چاروں طرف غلام اسکو گھیرے ہوئے تھے۔

یکایک ریحانہ مردانہ لباس میں اس کے سامنے آئی اور کہا اے حکیم میں بیمار ہوں۔ ابن آثال نے خچر روک کر کہا تو میرے مکان پر آ۔ یہاں دیکھنے کا موقع نہیں ہے۔ یہ بات ختم ہوئی تھی کہ فرحہ اسکے قریب گئی اور کہا کہ مالک ابن اشتر نے تم کو یاد کیا ہے ابن آثال نے یہ عجیب بات سنکر فرحہ کو غور سے دیکھا اور چاہتا تھا کہ کچھ بولے کہ نافع اور مہاجر نے ایک دفعہ ہی ابن آثال پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ ابن آثال کے غلاموں نے بھی تلواریں نکالیں کہ مالک ابن مہاجر پر حملہ کریں مگر فرحہ وریحانہ نے اپنی جھولیوں سے خاک نکال کر انکی آنکھوں میں جھونک دی جس سے وہ ذرا کے ذرا آنکھیں بند کر کے رُکے اور ابن مہاجر نے ایک بھرپور وار کیا جس سے ابن آثال خچر سے گر پڑا۔ اسوقت ابن مہاجر نے کہا یہ بدلہ ہے عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کے خون کا اسکے بھتیجے ابن مہاجر کے ہاتھ سے یہ کہکر ابن مہاجر اور نافع اور فرحہ وریحانہ بھاگ کر کہیں غائب ہو گئے۔

بازار میں قتل ابن آثال سے ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ سرکاری پہرہ بھی آگیا اور لاش کو اُٹھایا تو معلوم ہوا کہ ابن آثال مرچکا تھا۔ ابن آثال کے غلاموں نے کہا۔ ہم نے قتل کرنے والے کو دیکھا اور یہ کہتے سنا تھا کہ میں ابن مہاجر ہوں۔ یہ خبر فوراً معاویہ کو دی گئی اور انھوں نے حکم دیا کہ ابن مہاجر کو فوراً تلاش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک جماعت ابن مہاجر کی تلاش کرنے کو فوراً روانہ ہو گئی۔

ابن مہاجر فرحہ وریحانہ و نافع کے ساتھ قتل سے فارغ ہو کر سیدھے ابن آثال کی لڑکی کو چھڑانے گئے اور وہاں غلاموں سے لڑائی ہوئی ابن مہاجر تو غلاموں سے لڑتے رہے۔ اور فرحہ وریحانہ نے لڑکی کو کوٹھڑی سے نکال لیا اور اپنے ساتھ لیکر گھر چلی گئیں۔

غلام زیادہ تھے۔ انھوں نے ابن مہاجر اور نافع کو گرفتار کر لیا۔ اسی اثنا میں خبر سنی کہ ابن آثال مارا گیا تو غلاموں نے ابن مہاجر اور نافع کو سرکاری سپاہیوں کے حوالہ کر دیا اور وہاں شناخت ہو گئی کہ یہی ابن آثال کے قاتل ابن مہاجر اور نافع ہیں۔ رات بھر حوالات میں رہے صبح

امیر معاویہ کے سامنے پیشی ہوئی تو انہوں نے کہا:-

تجھ پر خدا کی لعنت تو نے میرے طبیب کو کیوں قتل کیا۔

ابن مہاجر۔ میں نے مامور کو تو قتل کر دیا آمر باقی رہ گیا ہے اب اس کو بھی قتل کر دوں گا۔

معاویہ۔ آمر کو خدا بچانے والا ہے۔ اس وقت تو آمر تجکو قتل کرنیکی قدرت رکھتا ہے مگر کیا کروں تو ایک بڑے خاندان کا شخص ہے۔ میں ایک نصرانی کے عوض تجکو قتل نہیں کر سکتا البتہ تیرے غلام کو سو کوڑوں کی سزا دونگا اور تیرے قبیلہ پر ابن آثال کے خون بہا کے لیئے دس ہزار درہم جرمانہ کرونگا۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مہاجر و نافع کو دمشق سے مکہ بھجوا دیا گیا۔

تیرھواں باب

وردہ اور ابراہیم

ابن آثال کے قتل کو ایک برس گزر گیا حضرت حسن ابن علیؓ کی شہادت بھی ہو چکی امیر معاویہ حج کے بہانہ سے حرمین کا سفر کر کے یزید کی ولی عہدی کا سامان بھی کر آئے۔ فرحہ و ریحانہ ابن آثال کی لڑکی کو بہت سا قرآن بھی یاد کرا چکیں اور انکا بنی اُمیہ کی تمام امیر گھرانہ کی عورتوں سے میل جول بھی ہو گیا۔ خصوصاً وردہ بنت یزید بن ابی سفیان اور خضراء بنت زیاد۔ اور عذرا بنت مسلم بن عقبہ سے ان کی خوب گہری ملاقاتیں ہو گئیں۔

اس وقت ایک دن ابن آثال کی لڑکی نے کہا:-

میں کب تک اس گھر میں پوشیدہ رہوں گی۔ تم دونوں تو سب عورتوں سے مل جلکر جی بہلاتی پھرتی ہو۔ مگر میں ایک قیدی کی طرح کسی سے بھی نہیں مل سکتی۔ کہانتک اس کو برداشت کروں اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

فرحہ۔ تم کو یہاں کی سب عورتیں جانتی ہیں اگر تم ان کے سامنے جاؤ گی تو راز کھل جائے گا۔ تمہاری

ماں نے جاسوس مقرر کر دئے ہیں اور وہ کئی دفعہ یہاں بھی تلاش کو آچکے ہیں کیونکہ تینے اس سے کہا تھا کہ عمر تاجر کی بیوی نے مجھ کو اسلام کی تعلیم دی ہے۔ تمہارا ابھی چھپا رہنا مناسب ہے۔ ہم اپنا کام پورا کر لیں تو اپنے ساتھ مدینہ لے چلیں گے

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فرحہ کی رومی لونڈی آئی اور اس نے کہا آج وردہ بنت یزید کے ہاں کوئی ہاشمی جوان خفیہ طور سے آیا ہے۔ فرحہ وردہ کی زبانی ابراہیم کا قصہ سُن چکی تھی اس نے لونڈی سے کہا تم کسی طرح ابراہیم کو یہاں بلا لو اسطرح کہ وردہ کو خبر نہ ہو۔ لونڈی گئی اور تھوڑی دیر میں ابراہیم کو لے آئی۔

ابراہیم نے فرحہ وریحانہ کو فوراً پہچان لیا۔ کیونکہ وہ مالک کے ہمراہ مدتوں رہا تھا۔

ابراہیم۔ فرحہ تم یہاں کہاں۔ ہم لوگ تو تمہاری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔

فرحہ۔ مجھ پر یہ یہ واقعات گزرے مگر بتاؤ کہ تم جس کام کے لئے پہلے آئے تھے وہ تو سب درہم برہم ہو گیا۔ حضرت علیؓ بھی شہید ہو گئے اور حضرت حسنؓ بھی۔ اب کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ اور ہاں تم تو قید ہو گئے تھے۔ پھر رہائی کیونکر ملی۔

ابراہیم۔ مجکو حضرت حسینؓ نے ایک خاص کام کے لئے بھیجا ہے۔ اور وردہ کی پوشیدہ امداد سے میں تو قید خانہ سے نکل کر بھاگ گیا تھا۔

فرحہ۔ کیا تم کو وردہ پر اطمینان ہے میں تو کسی اموی مرد یا عورت پر اعتبار نہیں کرتی۔

ابراہیم۔ میرا خیال ہے وہ مجھ سے سچّی محبّت رکھتی ہے۔ مگر میں نے اس سے اپنا راز بیان نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ محض تمہاری ملاقات کے لئے یہ سفر برداشت کیا۔

فرحہ۔ کیا تم وہ کام وردہ کے ذریعہ سے نکالنا چاہتے ہو۔

ابراہیم۔ نہیں بنت سرحون سے وہ کام لینا چاہتا ہوں۔

فرحہ۔ مجھے ڈر ہے رقابت تمہارا کام خراب نہ کر دے۔

ابراہیم۔ خدا مددگار ہے۔ وردہ نے پہلی دفعہ مجکو قید خانہ سے رہا کرا کے بھگا دیا تھا۔ اور

اب بھی اُمید ہے کہ وہ میری مدد کرے گی۔ بنت سرجون کی رقابت کا اب اسے کچھ خیال نہیں ہی۔

یہ کہکر ابراہیم نے فرحہ سے کچھ آہستہ آہستہ باتیں کیں جنکو ریحانہ تک نے نہ سُنا اور پھر کہیں چلا گیا۔

تم آگے چلو۔ اب خزانہ کچھ دور نہیں ہے۔

میرا دم گھٹا جاتا ہے۔ شائد یہاں ہوا کا گزر نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تہ خانہ ہے۔ مگر بہت جلدی ہوا کے مقام پر پہنچ جاؤ گے۔

یہ کہتے کہتے وردہ اور ابراہیم ایک ہوادار مکان میں پہنچ گئے۔ جہاں باہر کی چاندنی کا عکس پڑتا تھا اور خزانے کے صندوق صاف نظر آتے تھے۔

وردہ۔ تم ان صندوقوں سے جسقدر اشرفیاں لے سکتے ہو لے لو۔

ابراہیم۔ میں اشرفیوں کا خواہشمند نہیں ہوں۔ مجھے رسول خدا کے تبرکات درکار ہیں جو یہاں رکھے گئے ہیں۔

وردہ۔ تم تو مجھ سے اشرفیاں نکالنے کی غرض بیان کرتے تھو میں وہ تبرکات تمکو نہ لینے دونگی جو ہمارے خاندان کے لیئے باعث برکت ہیں۔

ابراہیم۔ پیاری وردہ تم کو اب میرے پاس رہنا ہی اور یہ تبرکات تمہارے ساتھ ہی رہینگے۔ جدا ہونگے۔

وردہ۔ یہ سچ ہے مگر میں اپنے چچا کو تباہ کرنا نہیں چاہتی۔ اشرفیاں اور دُنیا کی سب دولتیں اسکو اس سے زیادہ میسر آسکتی ہیں۔ مگر رسول خدا کے یہ تبرکات پھر کہاں نصیب ہونگے۔ میں تمکو اس چوری میں ہرگز مدد نہ دوں گی۔ دیکھو وہ سامنے چھوٹا بکس رکھا ہے اس کے اندر رسول خدا کے بال اور ناخن ہیں لیکن تم اس بکس کو ہاتھ لگانا چاہو گے تو ابھی غل مچاؤں گی اور تم گرفتار ہو جاؤ گے

ابراہیم وردہ کی اس گفتگو سے حیران رہ گئے۔ اور ان کو کوئی تجویز ایسی نہ سوجھی جس سے وردہ کو راضی کر سکتے اور ان کو اپنی اس بڑی ناکامی سے از حد خلجان اور تکلیف ہوئی لیکن خدا نے ان کی مدد کی اور انہوں نے ایک دفعہ ہی لپک کر وردہ کا منہ ہاتھ سے بند کر دیا۔ اور اپنا عمامہ دوسرے

ہاتھ سے اُتار کر وردہ کے مُنہ میں ٹھونس دیا۔ اور اس کو عمامہ کے دوسرے حصّہ سے باندھ کر ایک طرف ڈالدیا اور پھر اس بکس کو کھولکر دیکھا تو تبرکات اسمیں موجود تھے۔

ابراہیم نے بکس کو چوما اور ایک گہرا سانس لیکر کہا:۔

"اے خدا کی سب سے بڑی نعمت تو اپنے اصلی حقداروں میں جاتی ہے جہاں تیری حرمت کرنیوالے لوگ ہیں۔ اب خدا نے تجکو ان نااہلوں کے ہاتھ سے نجات دی"۔

یہ کہکر وہ وردہ کی طرف مخاطب ہوئے اور اس سے کہا۔ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے مجکو تجھ سے محبت ہے۔ میں ہاشمی ہوں جو کسی کو دغا نہیں دیا کرتے اگر تو وعدہ کرے کہ میرا راز گھر جانے تک کسی سے نہ کہے گی تو میں تجھ کو ابھی رہا کردوں گا۔

وردہ نے آنکھ کے اشارہ سے اس کو قبول کیا۔ تو ابراہیم نے وردہ کو اسی طرح بندھا ہوا اٹھا لیا۔ اور اس تاریک تہ خانہ میں گھسکر اس پوشیدہ دروازہ پر آگیا جہاں اپنے غلام کو کھڑا کر دیا تھا اور وردہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ یہاں آکر اس نے وردہ کو غلام کے حوالہ کیا اور خود وہ بکس لیئے ہوئے اپنے قیام گاہ پر آیا اور وردہ کو کھولکر کہا معاف کرو۔ وردہ تم کو بہت تکلیف ہوئی۔ مگر میں مجبور تھا۔ تم نے خود یہ آفت مول لی۔

وردہ۔ خیر جو ہونا تھا ہوا۔ اب میری درخواست ہے کہ تم فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں تم سے نکاح نہیں کرسکتی۔ کہ تمنے میرے خاندان کی سب سے بڑی دولت لوٹ لی۔

ابراہیم۔ کیا میری خطا کسی طرح معاف نہیں ہوسکتی۔

وردہ۔ ہرگز نہیں۔ آج میں تمہارے خون کی پیاسی ہوں۔

ابراہیم۔ اچھا میں آج رات کو بکس خزانہ میں رکھ آؤنگا۔ میں تمہارا ناراض کرنا نہیں چاہتا۔

وردہ۔ بیشک تم کو یہ تبرکات واپس دینے چاہئیں۔ اگر تمنے ایسا کیا تو میں تمہاری لونڈی ہوجاؤنگی۔

ابراہیم۔ بہت اچھا میں واپسی پر آمادہ ہوں۔ تو کیا تم کو تمہارے گھر پہنچا دیا جائے۔

وردہ۔ ہاں میں جانا چاہتی ہوں۔ مگر یہ بکس میرے ہمراہ جائے گا۔ ایسا ہو تم بھاگ جاؤ۔

ابراہیم۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔ جب میں نے واپس کر دینے کا اقرار کر لیا ہے تو تم اس کو اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ مگر میرا غلام ہمراہ جائیگا اور رات تک یہ بکس تمہارے گھر میں اپنے قبضہ میں رکھیگا جب تم کو میرا اعتبار نہیں ہے تو مجھ کو بھی شک ہے کہ خود تم اس پر قبضہ نہ کر لو۔

وردہ۔ مجھے یہ بات منظور ہے۔

ابراہیم نے اپنے غلام کے ساتھ وردہ اور بکس کو وردہ کے گھر پر بھیجدیا۔ غلام اور وردہ کو روانہ کرنے کے بعد ابراہیم بازار گئے اور انہوں نے بالکل اس بکس کے نمونہ کا ایک اور بکس تیار کرایا اور اس کے اندر اپنی ڈاڑھی کے چند بال اور اپنے ناخن رکھدئے اور کپڑے میں لپیٹ کر فرحہ کے مکان پر آئے اور اس سے سارا حال بیان کیا۔

فرحہ۔ تمنے تو کہا تھا بنت سرحون سے کام لینا چاہتے ہو۔

ابراہیم۔ بنت سرحون سے جو کام لینا تھا وہ اور تھا مگر اتنا ضروری اور اہم نہ تھا حضرت حسین نے مجھ کو خاص طور سے ان تبرکات کے لئے بھیجا تھا کیونکہ وہ اپنے نانا کی برکت بنی امیہ کے پاس رکھنی پسند نہیں کرتے۔

اے فرحہ تم اپنی لونڈی کو رات کے وقت جاہیہ کے شرقی رُخ کھڑا کر دینا یہ بکس اس کے پاس رہے۔ جسوقت میں وردہ اور غلام کو لیکر وہاں آؤں تو وہ چپکے سے یہ بکس غلام کو دیدے اور غلام کا بکس لیکر تمہارے پاس چلی آئے۔

فرحہ۔ آفرین تمہاری عقل پر۔ ابراہیم تمنے خوب ترکیب سوچی۔ میں لونڈی کو ضرور بھیجدونگی اطمینان رکھو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جسوقت ابراہیم اور وردہ غلام کو لئے ہوئے تہ خانہ کے دروازہ پر آئے ابراہیم نے دیکھا لونڈی ایک گوشہ میں کھڑی ہے۔ ابراہیم نے پیچھے مُڑ کر غلام کو اشارہ کیا کہ بکس لونڈی سے بدل لے اور خود وردہ کے کان میں جُھک کر کچھ باتیں کرنے لگے۔

اتنی دیر میں ابراہیم نے دیکھا کہ غلام نے بکس بدل لیا۔ اور وہ بدلا ہوا بکس لیکر قریب آگیا

تو ابراہیم نے کہا اچھا میں اس مشورہ کو ملتوی کرتا ہوں یہ کہکر ابراہیم نے وہ بکس غلام سے لے لیا اور وردہ کو لیکر تہ خانہ میں گھس گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر آئے تو وردہ بہت خوش و خرم نظر آتی تھی

ابراہیم - وردہ اب تم اپنے گھر جاؤ - کل صبح تم سے ملاقات ہوگی -

وردہ - ابراہیم میں تم سے محبت کرتی ہوں مگر اپنے خاندان کا بے وفا مجھ کو نہ سمجھو - میں سارا خزانہ تم کو دے سکتی تھی مگر یہ برکت کی دولت کسی طرح حریف گھرانہ میں نہیں جا سکتی - میرا دل مرتے دم تک اس کو گوارا نکرے گا -

وردہ اپنے گھر گئی اور ابراہیم سید ہے فرحہ کے پاس آئے اور بکس اس سے لیکر اسی وقت مدینہ کو روانہ ہو گئے -

چودھواں باب

امیر المومنین کی تیمار دار

مرجانہ تم بالکل مطمئن رہو میں رات کو کسی وقت امیر المومنین کی خدمت سے غیر حاضر نہ ہونگی -

پیاری بہن ساری رات جاگنا بہت مشکل ہے - امیر المومنین بیمار ہیں اور آج انکی حالت زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے - ولی عہد یزید شکار میں ہیں اسواسطے مجھ پر کہ میں سب سے زیادہ معتمد امیر المومنین کی ہوں لازم اور فرض ہے کہ ایک ساعت بھی ان سے جدا نہوں -

امینہ - ہاں مرجانہ تم سچ کہتی ہو - اور ایسی حالت میں کہ ابھی ایک ہفتہ ہوا جبکہ امیر المومنین نے تم کو قید سے رہائی دی ہے - تم کو اور بھی زیادہ ان کی خدمت کرکے رضامند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے - مگر میں نے اسواسطے کہا تھا کہ تم دو رات سے برابر جاگ رہی ہو آج بھی بیدار رہیں تو بیمار ہو جاؤ گی میں تازہ دم ہوں آسانی سے رات بھر جاگ سکتی ہوں -

مرجانہ - میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی - اور محض خلیفہ اسلام کی خدمت کے ثواب کو پیش نظر رکھ کر یہ ارادہ کیا - اچھا میں کچھ دیر سو جاؤں گی -

امینہ۔ مرجانہ تم نے سنا طبیب کہتا تھا کہ امیر المومنین کے خون میں کسی پرانے زہر کا اثر معلوم ہوتا ہے

مرجانہ۔ ہاں بوا۔ بس کچھ کہنے کی بات نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔

امینہ۔ یہاں اور کوئی موجود نہیں ہے تمہیں خوف کس کا ہے۔

مرجانہ۔ پیاری امینہ بہت خوفناک بات ہے میں کیونکر کہوں کہ بیٹے نے باپ کا خون کیا۔

امینہ۔ بس بس چپکی رہو مرجانہ۔ میں سمجھ گئی۔ ہائے دُنیا کی محبت اور سلطنت کا لالچ نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا۔

امینہ اور مرجانہ باتیں کر رہی تھیں کہ لونڈی دوڑی ہوئی آئی اور اس نے کہا مرجانہ تم کو امیر المومنین بلاتے ہیں۔

مرجانہ دوڑی ہوئی اندر گئی۔ امینہ بھی پیچھے پیچھے چلی گئی تو دیکھا امیر معاویہ بہت بے چین ہیں۔ مرجانہ کو دیکھتے ہی انہوں نے کہا۔ یزید شکار سے آیا۔

مرجانہ۔ ابھی آتے ہونگے سوار دوڑائے گئے ہیں۔

معاویہ۔ آج میری حالت بہت دگرگوں معلوم ہوتی ہے میں نے یزید کے لئے ہر قسم کا بندوبست کر دیا۔ مگر افسوس اس نے میری قدر نہ کی۔ یہ وقت اس کے موجود رہنے اور میری خدمت کرنیکا تھا

مرجانہ۔ ان کو اطلاع نہ تھی کہ امیر المومنین کا مزاج اسقدر ناساز ہو جائے گا جسوقت ان کو معلوم ہوگا۔ دوڑے ہوئے آئیں گے۔

معاویہ۔ اچھا آج کی رات تم مجھ سے جدا نہ ہونا۔

مرجانہ۔ میں حاضر ہوں حضور تردد نہ فرمائیں۔

معاویہ (امینہ کی طرف دیکھ کر) یہ کون کھڑا ہے۔

مرجانہ ۔ یہ وہی امینہ ہیں عمر تاجر کی بہن حضور کی علالت کا حال سُنکر جنہوں نے محض حصول ثواب کے لیئے تیمارداری کی درخواست کی تھی۔ اور حضور نے ابن زیاد کی سفارش سے ان کی خدمت قبول فرمالی تھی۔

معاویہ۔ ہاں صبح تو میں نے ان کو دیکھا تھا۔ آنکھوں میں اتنا ضعف ہے کہ اب پہچان نہ سکا۔ اچھا تم میری خوابگاہ کے قریب رہو۔ یہ کہکر انہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔

امینہ نے خیال کیا کہ جس کام کے لیئے میں آئی ہوں وہ پورا ہونا مشکل ہے کیونکہ معاویہ نے مرجانہ کو بھی پاس رہنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یکایک وہ مسکرائی اور کہا کچھ ڈر نہیں میں تدبیر کرونگی یہ کہکر وہ مرجانہ سے باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ کھجوریں جو میں نے آج منگائی تھیں گھر جاکر لے آ۔ مرجانہ نے کہا اسوقت رات کو کیا بھیجو گی یہاں کھجوروں کی کیا کمی ہے جیسی چاہو موجود ہیں۔ امینہ نے کہا مجھ کو وہ بہت پسند ہیں۔ تم چکھو گی تو تم کو بھی میری پسند سے اتفاق کرنا پڑے گا۔

امینہ کی لونڈی دو گھنٹہ میں کھجوریں لے آئی۔ اور امینہ نے قاب کو غور سے دیکھ کر ایک رخ سے کھجوریں کھانی شروع کیں۔ اور دوسرے رخ سے مرجانہ کو چند دانہ اٹھا کر دئے کہ لو چکھو میں نہ کہتی تھی کہ وہ بہت ہی لذیذ ہیں۔ مرجانہ نے انکو کھایا تو کہا واقعی ایسی مزیدار کھجوریں میں نے کبھی نہیں کھائیں۔ امینہ نے آس پاس کی سب لونڈیوں کو بھی کھجوریں تقسیم کیں اور سب نے کھائیں۔

ایک گھنٹہ کے بعد مرجانہ نے کہا امینہ مجھ کو بڑے زور کی نیند آرہی ہے میں تھوڑی دیر سو رہوں تم ہوشیار رہنا شاید امیرالمومنین آواز دیں تو مجھ کو فوراً جگا دینا۔ امینہ نے کہا ہاں تم سو جاؤ میں جگادوں گی۔ اگر ضرورت پڑے گی۔ اور ابھی تو امیرالمومنین بھی آرام میں ہیں۔

مرجانہ یہ کہکر وہیں لیٹ کر سو گئی اور تھوڑی دیر میں سب لونڈیاں بھی وہیں چاروں طرف لیٹ لیٹ کر بے خبر سو گئیں۔

امینہ نے دیکھا کہ اب بالکل سناٹا ہے۔ تو وہ خوابگاہ کی طرف چلی۔ مگر اسکے ضمیر نے اسکو روکا اسپر ایک دہشت طاری ہوگئی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اور اس نے خیال کیا کہ ایک بیمار۔ اور سوتے ہوئے دشمن پر وار کرنا بڑا گناہ ہے۔ آج اگر حضرت علیؓ موجود ہوتے تو وہ کبھی اسکی اجازت نہ دیتے۔ مگر پھر یہ خیال آیا کہ خوابگاہ کے اندر وہ شخص سوتا ہے جس نے میرے باپ مالک ابن اشتر کو

فریب سے قتل کرایا جس نے امام حسن کو زہر دلوایا۔اور جس کی گردن پر بیشمار مسلمانوں کے خون ہیں ایسے شخص پر رحم کرنا یا اسکی بیماری و نیند کا خیال لانا بالکل فضول ہے۔آج انتقام کا دن ہے اب کمی کرنی مالک کی بیٹی کی ہمت مردانہ پر بٹہ لگائے گی۔یہ خیال کرتے ہی اسمیں ایک حرارت پیدا ہوئی اور وہ سیدھی خوابگاہ میں گھس گئی۔اس نے دیکھا معاویہ بے خبر پڑے سوتے ہیں شمع سرہانے جل رہی ہے۔اور خوابگاہ میں ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔

ریحانہ عرف امینہ نے کچھ دیر کھڑے ہوکر اس منظر کو دیکھا۔اسپر عبرت کی ایک کیفیت طاری ہوگئی۔اور اس کے دل نے کہا:۔

"یہ اسلامی دُنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہے جو اپنے تن بدن سے بیخبر چُپ چاپ پڑا ہے۔یہ وہ شخص ہے جسکا نام قیامت تک مشہور رہیگا۔مگر آج اسکو اپنی ہستی کا ہوش بھی نہیں ہے۔اسی نے حضرت علیؓ سے دشمنی ٹھانی تھی۔اسی نے محض اپنی تدبیر اور ذاتی محنت سے تمام اسلامی دنیا کی بادشاہی حاصل کرلی۔یہ بنی امیہ کا تاجدار پڑا ہے۔یہ فوجوں اور ملکوں کا شہنشاہ ہے یہ علم و حکمت کا دریا ہے۔اس کے نام کی میں نے کسقدر دہوم سُنی تھی۔لیکن یہ تو ایک بڈّھا آدمی ہے اور کوئی عقل و حکمت اس کے پاس نہیں ہے اور ایک معمولی عورت نے اسکی حکمتوں کی حفاظت کو دہوکہ دیدیا۔

یہ میرے باپ کا قتل کرنے والا ہے۔یہ میرے امام اور میرے مولیٰ کا حریف ہے۔اسی نے میرے آقا زادے حسنؑ کو زہر دلوایا۔"

یہ خیال آتے ہی ریحانہ کو ایک طیش آیا اور وہ اس سے بیتاب ہوگئی اور اس نے ارادہ کیا کہ دوڑکر اس سونے والے بیمار کا گلا گھونٹ دے۔مگر وہ پھر رُکی اور اس نے انجام کو سوچا کہ اگر میں نے خلیفہ کو قتل کردیا تو میرا کیا حشر ہوگا۔مگر پھر کسی چیز نے اس کو سہارا دیا۔کہ یہ تو خود مر رہا ہے۔اگر میں نے اس کو مار ڈالا تو مرض اسکی موت کا باعث مشہور ہوجائے گا۔مجھے ڈرنا نہ چاہیئے۔یہ سوچکر ریحانہ

آگے بڑھی اور اس نے معاویہ کے گلے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر اس کے ہاتھ میں رعشہ پڑ گیا۔ اسکے سانس میں تیزی ہو گئی۔ اسکا دل اچھلنے لگا۔ اسکی کمر میں دُکھن اور جسم میں سن سناہٹ ہونے لگی۔ اور اس نے پھر اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا

ریحانہ حیران تھی کہ وہ مالک بن اشتر جیسے سپاہی کی بیٹی ہے۔ اور کبھی کسی خطرہ سے نہیں ڈری آج اس کو کیا ہو گیا کہ ایک سونے والے بیمار بوڑھے کا خوف اس پر ایسا چھایا ہے کہ اسکا ہاتھ اور اسکا سارا جسم بے قابو ہوا جاتا ہے وہ کھڑی سوچ رہی تھی کہ یکایک معاویہ کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے مرض کی تکلیف سے بے چین ہو کر پکارا۔ مرجانہ۔ مرجانہ۔ ریحانہ نے کہا میں حاضر ہوں امیر المومنین آپ کیا حکم دیتے ہیں۔

معاویہ:۔ تو کون ہے۔

ریحانہ۔ میں ہوں آپکی خادمہ ابینعمر تاجر کی بہن۔

معاویہ۔ اچھا بیٹی تم جاگتی ہو۔ شاباش بیٹی۔ شاباش۔

ریحانہ۔ آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے۔

معاویہ۔ نہیں بس میرا دل گھبراتا ہے۔ شائد آخری وقت آن پہنچا۔ مرجانہ کیا سو گئی۔

ریحانہ۔ جی ہاں وہ سو گئی ہیں۔ ارشاد ہو تو جگا دوں۔ مگر انکی ابھی آنکھ لگی ہے۔

معاویہ۔ نہیں سونے دو۔ ہائے یزید۔ ہائے میرا بیٹا۔ ایسے وقت تو شکار میں کیوں گیا۔

یزید کا نام سنکر ریحانہ کو پھر غصہ آیا۔ اور اس نے از خود رفتہ ہو کر کہا۔ ہاں وہی یزید جسکی خاطر آپ نے عاقبت خراب کی۔ بے گناہوں کے خون کئے۔ لوگوں کے حق کو ظلم و جور سے غصب کیا

معاویہ (یہ بات سُنکر غضبناک ہو کر) بولے تو کون ہے۔ سچ بتا۔ ارے کوئی حاضر ہے۔

ریحانہ ہنسی اور اس نے کہا ہاں موت حاضر ہے۔ گھبرائیے نہیں وہ آتی ہے میں ہوں مالک ابن اشتر کی بیٹی ریحانہ۔ اپنے ماں باپ کا بدلہ لینے آئی ہوں۔ سب لونڈیوں کو بے ہوش کر کے آپکی جان نکالنے کو اکیلی کھڑی ہوں۔ ہمت ہے تو اُٹھو اور اپنی زندگی کو مجھ سے بچاؤ۔ کیونکہ

اسوقت تمہارا بچانے والا کوئی موجود نہیں ہے۔

معاویہ۔ دغا۔ دہوکہ۔ مگر کچھ ڈر نہیں۔ اے عورت میں قریشی ہوں اور اب بھی مجھ میں تجھ سے بچنے کی طاقت موجود ہے۔ یہ کہکر ایک دفعہ ہی جنبش کر کے وہ بیٹھ گئے۔ اور سرہانے لٹکی ہوئی تلوار پر انہوں نے ہاتھ ڈالا۔ ریحانہ نے یہ کیفیت دیکھی تو چاہا کہ دوڑ کر تلوار چھین لے۔ مگر اس کے ہاتھ پاؤں پھر بے قابو ہو گئے اور ان میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اِدہر ریحانہ کا یہ حال تھا اُدہر امیر معاویہ تلوار کی طرف ہاتھ بڑہاتے ہی ضعف و خوف و غصہ کے صدمہ سے پھر گر پڑے اور ان کو غش آگیا۔ ریحانہ ان کو کھڑی دیکھتی رہی تھوڑی دیر کے بعد معاویہ کو پھر ہوش آیا اور انھوں نے ریحانہ کو آنکھ کھولکر دیکھا اور کہا:-

"اے عورت مجھ پر رحم کر۔ مجکو نہ مار۔ میں خود مر رہا ہوں۔ آہ یزید میرا بیٹا۔ او عورت دیکھ اس وقت میں کتنا بے بس ہوں۔ کوئی میرا مددگار نہیں ہے میں اُن لشکروں کا شہنشاہ ہوں کہ اگر ان کے ہتھیاروں کی چمک اسوقت سامنے آجائے تو تیرا کلیجہ ڈر کے مارے پاش پاش ہو جائے۔ مگر ہائے یہاں تیرے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ تو عثمان کے قاتل کی بیٹی ہے تو ایک مشہور خونریز آدمی کی لڑکی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تجھ کو مجھ بے کس پر ترس نہ آئیگا۔ ہائے یزید ہائے میری زندگی۔ لڑکی مجھ کو نہ مار میں بہت لاچار ہوں۔ یا اللہ اپنی مدد بھیج"

ریحانہ۔ اے شام کے بادشاہ میں تجکو معاف کرتی ہوں میں علیؑ کا نام لینے والی ہوں وہ بھی عاجزوں اور بیکسوں پر رحم کرتے تھے میں بھی تجھ بے کس پر ترس کھاتی ہوں فکرمند نہو۔ مالک کی دختر تجھ پر ہاتھ نہ اُٹھائے گی۔ بلکہ تیری خدمت کرے گی کہ بنی ہاشم اور ان کے غلام احسان و مروت و فیاضی کی تلوار سے قتل کیا کرتے ہیں۔

اگرچہ میری آنکھوں کے سامنے میرے غریب و مسافر باپ کی لاش تڑپ رہی ہے جسکو تونے زہر سے ہلاک کروایا میں اپنی ماں کو دیکھ رہی ہوں جسکی آنکھوں میں تیرے حکم سے گرم تیلے گھونپے

گئے۔ مجکو اپنے آقازادے حسنؑ ابن علیؑ کی موت یاد آتی ہے جو تیری سازش سے ہوئی۔
مگر پھر بھی بنی ہاشم کی غلامی کا فخر رکھتی ہوں جو ناتوان دشمنوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ اسوقت تو
بغیر ہتھیار کے صرف ان دو خالی ہاتھوں سے ہلاک ہو سکتا ہے لیکن میں نہیں چاہتی کہ اپنے ہاتھ کو
تجھ بیمار کے خون سے آلودہ کروں تو آرام کر میں نے تجکو معاف کیا۔
معاویہ۔ عورت تیری ان باتوں نے مجھ کو تلوار و خنجر سے زیادہ گھائل کر دیا۔ تو مجھے قتل کر دے مگر
ایسی باتیں نکر۔ ہائے یزید۔ میری زندگی کا سہارا۔ عورت پانی۔ پیاس۔ آہ جگر۔ آہ یزید۔ یہ کہتے کہتے
معاویہ کو پھر غش آگیا۔
ریحانہ جلدی سے باہر گئی۔ اور پانی لیکر آئی۔ دیکھا معاویہ بالکل بیہوش ہیں۔ کچھ دیر کھڑی رہی
اتنے میں ان کو پھر ہوش آیا تو ریحانہ نے کہا۔ امیر المومنین پانی حاضر ہے۔ معاویہ نے کہا مجھ اُٹھاؤ
مجھے سہارا دو۔ ریحانہ نے ان کو اُٹھایا اور خود کمر کا سہارا بنکر بیٹھ گئی اور پانی کا پیالہ انکے آگے کیا
معاویہ نے دو گھونٹ پی کر کہا مجھے لٹاؤ۔ ریحانہ نے پھر لٹا دیا تو وہ بولے میرا کلیجہ پھنکا جاتا ہے تمام
پٹھوں میں جھنجھناہٹ ہو رہی ہے۔ ریحانہ نے کہا حضور کو معلوم بھی ہے کہ جس یزید کو آپ بار بار یاد
کرتے ہیں اسی نے آپ کو ابن آثال سے زہر دلوایا تھا۔
معاویہ۔ نہیں یہ تو نے غلط کہا۔ بیٹا ایسا نہیں کر سکتا۔ اور ابن آثال کو مرے ہوئے تو مدت ہو گئی
ریحانہ۔ یہ ایک سال میں اثر کرنیوالا زہر تھا مجھے یقینی طور سے اسکی اطلاع ملی ہے۔
معاویہ۔ اگر یہ سچ ہے تو تف ہے ایسی اولاد پر۔ آہ میں نے اس اولاد کے واسطے سب کچھ
کیا۔ اور اس نے میری قدر نہ کی بلکہ میرا مرنا چاہا۔ افسوس اے دُنیا تجھ پر ہزار افسوس۔ یہ کہتے کہتے
ان کو پھر غش آگیا اور اس غش کی حالت میں دو تین ہچکیاں لیکر انہوں نے جان دیدی۔
جب معاویہ کا کام تمام ہو چکا تو ریحانہ کی حالت خوف کے مارے دیوانوں کی سی ہو گئی۔ مگر
اس نے حواس درست کیئے اور میت کو اسی طرح چھوڑ کر باہر آگئی۔ اور سونے والوں کے پاس
لیٹ گئی۔ پچھلی رات کو صبح ہونے کے قریب جب مرجانہ اور لونڈیوں کا نشہ اترا جو کھجوروں میں

دیا گیا تھا اور وہ ہوشیار ہوئیں تو انہوں نے آنکھ کھولکر دیکھا کہ امینہ پڑی سوتی ہے۔ مرجانہ نے اسکو جگایا اور کہا۔ واہ بوا تم تو سوگئیں۔ امینہ نے کہا میں تو ابھی لیٹی تھی۔ ذرا کے ذرا آنکھ لگ گئی مرجانہ نے کہا۔ ہاں بوا نیند بہت بُری بلا ہے مجکو دیکھو کھجوریں کھاتے ہی بے خبر ہوگئی۔ امیرالمومنین نے آواز تو نہیں دی۔

امینہ۔ نہیں وہ برابر آرام میں ہیں میں تو ابھی سوئی تھی۔ مرجانہ خوابگاہ میں گئی تو دیکھا معاویہ کا کام تمام ہوچکا ہے تو ہائے امیرالمومنین کہہ کر دوڑی ہوئی آئی اور کہا وہاں تو اب کچھ بھی نہیں شاید رات ہی کو ختم ہو گئے۔

سارے محل میں کہرام مچ گیا۔ اور اسی وقت شہر میں خبر ہوئی اور امرا ڈیوڑھی پہ جمع ہو گئے اور کفن دفن کا سامان ہونے لگا۔ امینہ نے مرجانہ سے کہا۔ اب مجکو اجازت دو افسوس مجھ سے کوئی خدمت امیرالمومنین کی نہ ہوسکی۔ مرجانہ نے کہا۔ اب تمہارا جانا مناسب نہیں ہے دفن کے بعد جانا۔

صبح کو یزید بھی شکار سے آگیا اور دفن کا سامان ہونے لگا تو ایک امیر نے کہا امیرالمومنین کہا کرتے تھے میرے پاس رسول خدا کے موئے مبارک اور ناخن ہیں جب میں مروں انکو میری آنکھوں پر رکھ دینا۔ یزید نے کہا ہاں مجکو بھی یہ بات یاد ہے وہ بکس خزانہ میں رکھا ہے اُسکو منگواؤ۔ چنانچہ وہ بکس منگوایا گیا جو ابراہیم ہاشمی نے بدل کر رکھدیا تھا جسمیں ابراہیم کی ڈاڑھی کے بال اور ناخن تھے۔

ریحانہ نے اپنے دل میں کہا یہ رسولؐ ہاشمی کے تبرکات نہیں ہیں بلکہ انکے غلام کے بال و ناخن اموی کی آنکھوں پر رکھے جائیں گے۔ اور شکر ہے کہ وہ غلام بھی ہاشمی تھا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور معاویہ کی آنکھوں پر وہ بال و ناخن رکھ کر ان کو دفن کر دیا۔

———

پندرہواں۱۵ باب

یزید کی نئی محبوبہ

امیر معاویہ کی رحلت کو عرصہ ہو گیا۔ کوفہ کی سرکشی کا چرچہ گھر گھر ہونے لگا حضرت امام حسینؑ کے دعوی خلافت کی دہوم مچ گئی۔ دمشق میں جسقدر مسلمان خفیہ طور پر حب علیؑ کا خیال رکھتے تھے وہ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ خضرا عمر تاجر کے گھر میں آئی اور فرحہ سے کہا۔

تم کو معلوم ہے کہ میں اپنے بھائی ابن زیاد پر عاشق ہوں اور اس کے خیال میں آجتک میں نے شادی نہیں کی اب اسکو ایک ایسی مہم پر بھیجا گیا ہے جہاں سراسر جان کا اندیشہ نظر آتا ہے کوفہ مسلمانوں کی سب سے بڑی چھاؤنی ہے۔ جہاں بڑے بڑے نامور بہادر رہتے ہیں اور وہ سب علیؑ کے شیعہ ہیں حسینؓ بن علیؑ کو کوفیوں نے بلایا ہے۔ ادہر یزید نے کوفہ کی سرداری میرے بھائی ابن زیاد کو دی ہے تاکہ وہ اس عظیم الشان سرکشی کا انتظام کرے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی اس فتنہ کو دبالیگا۔ لیکن آثار ایسے خوفناک ہیں کہ طرح طرح کے وہم دلمیں آتے ہیں ممکن ہے کہ معاملہ دگرگوں ہو جائے اور میں اپنے پیارے کی شکل دوبارہ نہ دیکھ سکوں۔

فرحہ۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہارے بھائی دانشمند آدمی ہیں وہ اپنا پہلو اس خطرہ سے بچالیں گے اور اس مہم پر نہ جائیں گے۔

خضرا۔ نہیں فاطمہ یزید کو ابن زیاد سے دلی کاوش ہے ایک تو ہمارے باپ زیاد نے یزید کی ولیعہدی کی مخالفت کی تھی اسکا اسکو عناد ہے دوسرے یزید کو ابن زیاد سے ایک عورت کے سبب ملال ہے۔ تیسرے ایک دن ہمارے گھر میں ایک واقعہ ایسا ہو گیا تھا جسکو یزید کبھی نہیں بھولتا اور جب میرا اس سے ملنا ہوتا ہے اس بات کا طعنہ دیتا ہے۔ میرا خیال ہے یزید نے جان بوجھکر میرے بھائی کو اس آگ میں دہکیلا ہے۔

فرحہ عرف فاطمہ۔ خیر خدا سے دعا کرو وہ ابن زیاد کی خیر رکھے۔

خضرا۔ تم سے میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ خدا کا نام میرے سامنے نہ لیا کرو میں خدا کو نہیں مانتی اور خدا کے ماننے والوں کو احمق اور بے عقل سمجھتی ہوں۔

فرحہ (ہنسکر) اچھا خضرا ابن سرحون کی طبعی قوتیں تمہارے بھائی کی مددگار ہوں۔

خضرا۔ تم مجھے چھیڑتی ہو۔ ابن سرحون کی طبعی قوتیں کیوں کہتی ہو طبعی قوت خود بخود ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ ابن سرحون اور اسکی بہن کا صرف اتنا دخل اس معاملہ میں ہے کہ انہوں نے مجھ کو فطرت کے مادی مذہب سے آگاہ کیا اور میں عقل کے عقیدہ کی پیرو ہو گئی۔

فرحہ۔ تو کیا تم کو ابن سرحون سے محبت نہیں ہے۔

خضرا۔ نہیں مجکو وہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور کیا تم اس کو تسلیم نہیں کرتیں کہ سارے شہر دمشق میں اس سے زیادہ کوئی حسین آدمی نہیں ہے مگر میں اس کی عاشق نہیں ہوں میرا مطلوب تو صرف میرا بھائی ابن زیاد ہے۔

یہ دونوں باتیں کر رہی تھیں کہ عذرا اور وردہ اندر آئیں اور انہوں نے کہا لو فاطمہ مبارک ہو تمہاری نند امینہ امیر المومنین کو پسند آگئیں۔ کل وہ مرجانہ سے ملنے گئی تھیں۔

جب چلی آئیں تو امیر المومنین نے مرجانہ سے انکا حال پوچھا۔ انہوں نے کہدیا کہ وہ عمر تاجر کی بہن ہیں اور آپکے والد کی خدمت آخر وقت محض حصول ثواب کے لیے کر چکی ہیں۔ اب کبھی کبھی میرے پاس آتی ہیں تو انہوں نے مرجانہ کو حکم دیا کہ امینہ کو پیغام دو کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ وہ مجھ کو بہت لائق و فہمیدہ عورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم موجود تھیں جبکہ میں نے اس کو دیکھا تو اس نے کس طرح جھک کر سلیقہ اور آداب شاہانہ کے موافق مجکو سلام کیا۔ ایسا سلام میں نے عرب اور روم اور یونان کی کسی عورت کا نہیں دیکھا۔

مرجانہ نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ پیغام دیں گی۔ اور آج انہوں نے ہم دونوں کو اسپر مامور کیا کہ آپ سے یہ کہیں کہ آپ اپنی نند امیر المومنین کو دیدیں۔

فرحہ۔ یہ نہیں ہو سکتا میرا شوہر دو برس سے سفر میں ہے خبر نہیں اسپر کیا گزری اس نے اپنی بہن

کی نسبت کسی اور شخص سے کردی تھی۔ جب تک وہ سفر سے واپس نہ آئے میں اقرار و انکار کا اختیار نہیں رکھتی۔

عذرا۔ فاطمہ تم بہت نادانی کا جواب دیتی ہو۔ یزید جیسا شوہر تمہاری نند کو قیامت تک نہیں مل سکتا۔ یہ امینہ کی قسمت ہے کہ یزید نے ان کو پسند کیا۔

فرحہ۔ اور آپ کی اور وردہ کی بدقسمتی ہے کہ آپ دونوں کو ناپسند کیا۔ یہ سنکر سب لڑکیاں ہنسنے لگیں اور ریحانہ عرف امینہ شرما گئی۔

وردہ۔ تم میرا نام ناحق لیتی ہو۔ میں نے تو یزید کو کبھی پسند نہیں کیا۔

عذرا۔ تو کیا میں نے کبھی اسکی خواہش کی تھی کہ یزید میری طرف متوجہ ہو۔

وردہ۔ نہیں ہرگز نہیں تم نے یہ خواہش نہیں کی بلکہ صرف تمہارا دل چاہتا تھا اور یہ خضرا رکیسی چپ چاپ بیٹھی ہیں۔ ربوا کی نہر کے کنارے والی بات ان پر بھی تو کچھ صادق آتی ہے۔ کیا یاد نہیں وہ جھگڑا جو ابن سرجون اور یزید میں خضرار کی بابت ہوا۔

خضرار۔ مجھ کو تو معاف کرو۔ میں ایسی باتوں میں حصہ نہیں لینا چاہتی جنکا مقصد تفریح ہے کیونکہ مجھ کو اپنے ابن زیاد کے فکر میں کسی بات کا ہوش نہیں ہے۔

سب لڑکیوں نے قہقہہ لگایا اور کہا ہاں ہاں بوا سچ کہتی ہو۔ خدا کے منکر کا قصہ ہمیں یاد آیا جو بھائی سے شادی کرنی چاہتی ہیں۔

خضرار یہ فقرہ سُنکر رونے لگی۔ اور اُٹھ کر اپنے گھر چلی گئی۔ تو فرحہ نے کہا۔

خضرار کو اپنے بھائی سے سچّی محبّت ہے۔ تمنے دیکھا اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عذرا۔ خدا کے انکار کی یہ سزا ہے کہ سگے بھائی کا عشق سر پر سوار ہوا ہے۔ خیر اس قصّہ کو چھوڑو اور امیرالمومنین کے پیغام کا جواب دو۔

فرحہ۔ میں اپنے شوہر کی واپسی تک کچھ جواب نہیں دے سکتی۔ آپ بھی کہدیجئے۔ یہ سُنکر دونوں لڑکیاں فرحہ کے پاس سے اُٹھ کر چلی گئیں۔

سولہواں باب

دمشق کی ایک سازش

فقہا کی اکثر جماعتیں ہماری ہمخیال ہیں مگر ڈر کے مارے کوئی شخص منھ سے کچھ نہیں کہتا۔ اور تجارت پیشہ لوگ تو سب خاندان نبوت کی طرفداری کا دم بھرتے ہیں۔ دربار کے متوسط طبقہ کے ملازمین بھی یزید سے بیزار ہیں۔ ایسی حالت میں سب کچھ ممکن ہے تم خوف کس بات کا کرتے ہو۔

دوسری آواز۔ ہمیں خوف کسی بات کا نہیں ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ دربار کے بڑے بڑے امیر بھی یزید کو پسند نہیں کرتے۔ انمیں بعض حسین بن علی کے حامی ہیں اور بعض عبداللہ ابن زبیر کو چاہتے ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کوئی سردہرا نہیں بنتا۔ ایک قوت دار عاقل آدمی آگے بڑھے تو یہ سب پراگندہ قوتیں جمع ہو جائیں گی۔

تیسری آواز۔ حسینؑ ابن علیؑ کی موجودگی میں عبداللہ ابن زبیر کی خلافت کا چاہنا میری سمجھ میں نہیں آتا کسوجہ سے ہے حالانکہ آج حسینؑ ابن علیؓ سے بڑھ کر کوئی شخص اس امر کا حقدار نہیں ہے۔

چوتھی آواز۔ سنو میں کہتا ہوں کہ ابن زبیر کو حسینؑ پر فوقیت ہے۔ کیونکہ حسین محض اللہ والے ہیں اور ابن زبیر بادشاہی کا دماغ رکھتا ہے۔ پس خلیفہ وہی ہونا چاہیئے جو اس مشکل کام کو چلا سکے۔

پانچویں آواز۔ میں تو عمر فاروق کے خاندان کو اسکا اہل سمجھتا ہوں۔ ہمکو چاہیئے کہ انہیں سے کسی کو منتخب کریں۔

چھٹی آواز۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کی نسل بھی موجود ہے اسمیں سے کیوں نہ انتخاب کیا جائے تاکہ پھر قرن اول کی سی بہار نظر آنے لگے۔

ساتویں آواز۔ ہمکو ایک بڑا کام کرنا ہے اپنی طاقتوں کو اختلاف میں برباد نہ کرو۔ اسوقت نہ ابن زبیر دعویدار ہیں نہ حضرت عمرؓ کی اولاد نہ حضرت ابوبکرؓ کا خاندان بلکہ حسینؑ ابن علیؑ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہر قبیلہ کی نگاہ انھی پر اٹھ رہی ہے۔ یہ وقت ایسا ہے کہ ہم سب حکران کی مدد کریں اور شام کے پایہ تخت میں یکبارگی شورش بلند ہو جائے تاکہ بنی امیہ گھر کی آگ سے پریشان ہو کر باہر کا بندوبست

نہ کر سکیں۔

چند آوازیں۔ نہیں نہیں پہلے اسکا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ ہم حسین ابن علی کو مضبوط نہیں سمجھتے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ اس مشکل کام کو پورا نہ کر سکیں گے۔

ایک آواز۔ اچھا ہم کل دن میں باہم مشورہ کر کے رات کو اس قصہ کا فیصلہ کر لیں گے۔ اب حاضرین کو حلف اُٹھانا چاہیئے کہ کوئی شخص راز فاش نہ کرے گا۔

متفقہ آوازیں۔ خدا ہمارا شاہد ہے۔ ہم راز کے محافظ رہیں گے۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ اور لوگ اپنے اپنے مقام چلے گئے صبح کے وقت ابراہیم نے فرحہ سے رات کی سب حقیقت بیان کی تو فرحہ نے پوچھا حضرت حسینؑ کی مخالفت کن لوگوں نے کی تھی۔

ابراہیم۔ میں ان کو نہ دیکھ سکا کیونکہ مکان بہت تاریک تھا۔ اس کے چار حصے تھے۔ اور ہر حصہ کا راستہ ایک تہ خانہ میں سے تھا۔ تہ خانہ کے دروازہ پر ایک نقاب پوش کھڑا تھا جو آدمی وہاں آتا تھا نقاب اس کے چہرہ پر بھی ہوتی تھی اور وہ پہرہ والہ کے کان میں کہتا تھا۔

الحق للعباد

حق بندوں کا ہے۔ پہرہ والا یہ فقرہ سُنکر اندر جانیکی اجازت دیدیتا تھا اور جب تہ خانہ ختم ہوتا تھا تو مکان میں داخل ہونے سے پہلے ایک آدمی مصافحہ کرتا تھا اور مصافحہ میں انگشت شہادت دوسرے آدمی کی ہتھیلی میں ہلاتا تھا جسکے جواب میں وہ آدمی بھی کلمہ کی اُنگلی ہلا دیتا۔ تب مکان کے داخل ہونے کی اجازت دی جاتی تھی۔

فرحہ۔ یہ اشارات کس نے تجویز کیئے تھے۔

ابراہیم۔ حضرت علی کا آزاد کردہ غلام موسیٰ یہاں تجارت کرتا ہے اس نے یہ سب بندوبست کیا ہے

فرحہ۔ موسیٰ نے کیونکر یہ اتنے ہم خیال پیدا کر لیئے۔

ابراہیم۔ وہ بہت بارسوخ آدمی ہے مدت سے یہاں کاروبار کرتا ہے۔ جو لوگ بنی اُمیّہ کے

خلافت میں انکا اسکو علم ہے اسی لئے یہ مکان مشورہ کے لئے مہیا کیا۔ اور یہ اشارات پہلے سے لوگوں کو بتادئے تاکہ کوئی غیر آدمی اندر نہ آجائے۔

فرحہ۔ نقاب چہرہ پر ڈالنے اور مکان کے اندر اندھیرا رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

ابراہیم۔ اس لئے کہ رائے زنی میں ہر شخص آزاد رہے اور اس کو یہ ڈر نہو کہ میں سچی بات اور دل کی بات کہنے میں مطعون نہو جاؤں۔ نقاب اور تاریکی کے سبب صرف آواز آتی تھی۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ رائے دینے والا کون شخص ہے۔

جسوقت میں مکان کے قریب پہنچا اور مصافحہ میں انگشت شہادت کو حرکت دیکر اندر جانیکی اجازت حاصل کرلی۔ اسی وقت اور ایک شخص وہاں آیا جس نے دروازہ پر تو الحق للعابد کہدیا مگر مصافحہ میں انگلی نہ ہلائی اسواسطے پہرہ دار نے اس کو اسی وقت گرفتار کرلیا۔ سُنا ہے کہ وہ یزید کا جاسوس تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگلی کی حرکت اسکو یاد نہ رہی تھی۔

فرحہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا لوگ حضرت حسینؓ کی خلافت پر اتفاق کرلیں گے۔

ابراہیم۔ رات کے جلسہ میں تو ایسی گڑبڑ تھی کہ مجھے کامیابی کی امید نہیں ہے۔

فرحہ۔ ان بنی امیہ نے سب کے خیالات بگاڑ دئیے ہیں لوگوں کو اپنے رسولؐ کی اولاد کا ذرا خیال بھی نہیں ہے۔

ابراہیم۔ دیکھو آج رات کو نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

دوسری رات

آواز۔ پہرہ دار نے اطلاع دی ہے کہ آج آدمی مقررہ تعداد سے زیادہ آئے ہیں اسواسطے شک ہے کہ غیر آدمی ہم میں نہ آگئے ہوں اور میں اس اشارہ کا اظہار چاہتا ہوں جو آج شام کو تقسیم کیا گیا تھا۔ اطمینان ہونے کے بعد کارروائی ہوگی۔

یہ سُنکر ایک ایک آدمی اُٹھ کر باہر تہ خانہ میں جانے لگا اور سب وہاں جمع ہو گئے۔ تو روشنی سے سارا مکان دیکھا گیا۔ اور اس کے بعد پہرہ دار باہر آیا۔ اور اس نے کہا سب صاحب

تہ خانہ کے بیرونی حصّہ میں کھڑے رہیں اور ایک ایک آدمی اندر آئے۔ جبوقت تک میں الحمد للہ کی آواز نہ دوں کوئی شخص آگے بڑھ کر اندر آنیکا ارادہ نہ کرے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہرہ دار ہلکی سی روشنی لئے کھڑا تھا اور اس کے پاس چار مسلح آدمی کھڑے تھے۔ ایک آدمی اندر آتا اور اپنی شہ رگ پر ہاتھ رکھتا تو پہرہ دار الحمد للہ کی آواز دیتا۔ یہ شخص تو مکان کے اندر چلا جاتا اور دوسرا پہرہ دار کے سامنے تہ خانہ کے اندرونی حصّہ سے آجاتا۔ بہت سے آدمی آچکے اور صرف دس بارہ آدمی باقی رہے تو ایک شخص اندر آیا اور اس نے بجائے گردن کی شہ رگ پر ہاتھ رکھنے کے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھتے ہی ان چار آدمیوں نے جو پہرہ دار کے پاس کھڑے ہوئے تھے دوڑ کر اسکا مُنہ بند کر دیا اور مُشکیں باندھ کر ڈالدیا۔ پھر دوسرا آیا وہ بھی گرفتار ہوا۔ تیسرا آیا وہ بھی پکڑا گیا۔ چوتھا اندر آیا اور گرفتار ہوا تو بے اختیار اسکی ایک چیخ نکل گئی اور پہرہ دار اسکا مُنہ بند نہ کر سکے۔ چیخ سنتے ہی باہر والوں نے آواز دی ہم تیری مدد کو آتے ہیں۔

مدد کا نام سُنکر مکان والے بھی باہر نکل آئے اور تلواریں نکالیں۔ فوراً شمع روشن ہوگئی۔ تو دیکھا دس بارہ آدمی تلواریں کھینچے مقابلہ کو تیار کھڑے ہیں۔ مکان والے چونکہ زیادہ تھے انھوں نے ان پر حملہ کر دیا اور تہ خانہ کے اندر لڑائی ہونے لگی۔

ابراہیم نے موسیٰ سے کہا سازش کا راز کھُل گیا ہے۔ تہ خانہ کے باہر عجب نہیں حریف کی اور امداد موجود ہو اسواسطے ہم کو بھاگ چلنا چاہیئے تاکہ دشمن ہم پر قابو نہ پا سکے۔ یہ کہکر ابراہیم و موسیٰ باہر کی طرف بھاگے اور لوگوں کو آپس میں لڑتا چھوڑ دیا۔ جب یہ دونوں باہر نکلے تو انھوں نے دیکھا وہاں اور کوئی نہیں ہے۔ تو موسیٰ نے کہا ہم کو اپنے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیئے۔ باہر کچھ خطرہ نہیں معلوم ہوتا۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ نہیں ابھی ٹھہرو۔ میرا خیال ہے مدد آتی ہوگی۔ چنانچہ یہ لوگ گلی کے ایک گوشہ میں چھپ کر دیکھنے لگے تو انھوں نے سواروں کا ایک ہجوم تہ خانہ کی طرف آتے دیکھا۔ جو گھوڑوں سے اُتر کر پہلے کچھ دیر رُکے اور جب اندر غل شور کی آواز سُنی تو سب کے

سب تہ خانہ میں داخل ہو گئے اور ایک ساعت کے بعد باہر نکلے تو سازش کے ممبران کے ہاتھ میں اسیر تھے بعض زخمی ہو گئے تھے۔ اور چند آدمیوں کی لاشیں لائی گئیں موسیٰ و ابراہیم یہ تماشا دیکھ کر گلی میں گھس گئے اور اسی وقت دمشق سے روانگی کی تیاری کر دی۔ ابراہیم نے رات کو فرحہ کے پاس جا کر اس حادثہ کی اطلاع دی اور صبح ہوتے ہوتے موسیٰ و ابراہیم دمشق سے فرار ہو گئے۔ صبح کو یزید کے سامنے اسیروں کی پیشی ہوئی اور اس نے ان سب کو قتل کی سزا کا حکم دیا۔ اور وہ اسی وقت قتل کر ڈالے گئے۔ یزید نے سازشی لوگوں سے شہ رگ پر ہاتھ رکھنے کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں یہ اشارہ تھا کہ خدا ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور اسکے سامنے اخفائے راز کا عہد کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اسکی راہ میں ہماری گردن قربان ہے۔

سترہواں باب

کربلا کے قیدی

دمشق میں دھوم تھی کہ کربلا میں حضرت امام حسینؑ اور انکے لڑکے اور ہمراہی شہید ہو گئے اور شہیدوں کے سر اور حضرت امام کے بال بچے قیدی بنکر دمشق آ رہے ہیں۔ خاندان نبوت کے طرفداروں کے ہاں قیامت آ گئی۔ وہ زبان سے اُف نہ کر سکتے تھے۔ مگر اس خبر نے انکے کلیجے پاش پاش کر دئے تھے۔ اور وہ گھروں کے اندر زار و قطار رو رہے تھے۔ اس دن انہوں نے اور انکے بچوں نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور آنسو بہاتا تھا۔ یزید اور بنی امیہ کے خوف سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آواز نکالتا یا ماتم کی صدا بلند کرتا۔ خاوند بیوی کو دیکھ کر کلیجہ تھام لیتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برساتا اور بیوی خاوند کو دیکھتی اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ بچے اپنے ماں باپ کو بے قرار دیکھ کر سہمے ہوئے کھڑے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ کیوں اسقدر بے چین ہیں۔

ایک بچہ نے اپنی ماں سے کہا۔ اماں ہمیں بھوک لگی ہے۔ اسکی ماں نے رو کر جواب دیا

بیٹا تمہیں خبر بھی ہے کہ جنکا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں انکے نواسے بھوکے پیاسے ذبح کر ڈالے گئے۔ اور اب انکے بچے رسیوں سے بندھے ہوئے دمشق میں آنے والے ہیں جن کو خبر نہیں کھانا پانی میسر ہوگا یا نہیں۔ تم کس مُنہ سے روٹی مانگتے ہو۔ آج کا دن روٹی کھانے کا نہیں ہے۔ وہ بچہ یہ سنکر چپ ہوگیا۔ اور کچھ دیر کے بعد وہ بھی رونے لگا۔

دوسری طرف بنی اُمیّہ کی عورتوں نے عید کی طرح بناؤ سنگھار کیا اور بالا خانوں پر سیر دیکھنے بیٹھیں۔ عذرا۔ وردہ۔ خضرا، فرحہ وریحانہ کے پاس آئیں کہ ان کو بھی تماشہ کے لیئے لے چلیں۔ مگر انہوں نے دیکھا کہ یہ رو رہی ہیں اور روتے روتے انکا عجب حال ہوگیا ہے۔

خضرا نے کہا۔ کہ ہائیں فاطمہ آج کا دن تو خوشی کا ہے۔ خدا نے امن کے سب سے بڑے دشمن کا کٹا ہوا سر دکھایا۔ تم روتی کیوں ہو۔

فرحہ۔ میرے شوہر کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ مجھے تو اسکا غم ہے۔ ہائے میں اب کہاں جاؤں۔ کون میری خبر لے گا۔

عذرا اور وردہ نے کہا۔ افسوس ہے ہم کو تمہارے صدمہ سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر تقدیر کا کچھ علاج نہیں۔

خضرا۔ دیکھو تم لوگوں کا خدا کیسا ظالم ہے۔ بچاری عورتوں پر اس نے ذرا رحم نہ کیا۔ اور انکے وارث کو مار ڈالا۔

فرحہ خضرا میرا دل نہ دُکھاؤ۔ خدا ظالم نہیں ہے۔ وہ موت کو بھی ایک دن موت دے گا اور میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میرے ہاتھ سے دیگا۔

عذرا۔ بچاری فاطمہ کا دل غم سے قابو میں نہیں ہے۔ بھلا موت کے فرشتہ کو بھی کوئی آدمی ہلاک کرسکتا ہے؟

ریحانہ عرف امینہ۔ ہاں۔ ہاں ہم اس کو ہلاک کر سکتے ہیں اور کریں گے۔ عذرا وردہ وغیرہ اس فقرہ پر مُسکرانے لگیں اور انہوں نے کہا اچھا تم موت کو ضرور سزا دینا۔ چلو اب تم

ہمارے ساتھ چلو۔اور قیدیوں کی سیر دیکھو۔

فرحہ۔بس بیویوں مجھے معاف کرو۔میں اپنے حال میں مبتلا ہوں مجھو تماشہ کی ضرورت نہیں

یہ سُنکر سب لڑکیاں فرحہ کے پاس سے چلی آئیں اور اس گھر میں پھر وہی شور ماتم بپا ہوگیا۔

جب قیدی بازار میں سے گزر رہے تھے۔فرحہ نے اپنے جھرکہ سے دیکھا کہ امام زین العابدین اونٹ پر بیٹھے ہیں۔چہرہ زرد ہے۔رسی سے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں قیدیوں کا نیلا کرتہ گلے میں ہے۔اونٹ جھرکہ کے پاس آیا تو فرحہ نے کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

امام نے جواب دیا۔وَعَلَیْکِ السَّلَامُ یَا اَمَۃَ اللّٰہِ فرحہ نے آہستہ سے رو کر کہا میں مالک بن اشتر کی بیٹی ہوں اور آپکا انتقام لوں گی۔

امام کا اونٹ ذرا آگے بڑھ گیا تھا مگر انہوں نے یہ فقرہ سُنا اور مُڑکر فرحہ کو دیکھا اور بے اختیار رونے لگے۔فرحہ بھی روتے روتے بیہوش ہوکر گر پڑی۔

اٹھارھواں باب

طمانچہ بر خسار یزید

اگرچہ میری عدت ختم ہوگئی لیکن میں ایک برس تک اپنے شوہر کا سوگ کرنا چاہتی ہوں۔امینہ بھی اپنے بھائی کے سوگ میں ایک برس تک شادی نہیں کرسکتیں میں نے اقرار کرلیا ہے امیر المومنین کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتی۔مگر مجھ کو ایک برس کی مہلت ملنی چاہیئے۔

مرجانہ۔فاطمہ تم سچی ہو۔تمہارا عذر سچا ہے۔مگر تم بادشاہوں کے مزاج کو نہیں جانتیں آج یزید کو امینہ کا اتنا خیال ہے کل بدل گیا تو پھر یہ موقع میسر آنا محال ہو جائے گا۔

فرحہ۔تم سچ کہتی ہو مرجانہ۔مگر مجھے بادشاہ سے رشتہ کرنیکی ہوس نہیں ہے۔اتنے برس تک

میں نے شوہر کی عدم موجودگی میں گزارہ کیا۔اب میرے پاس خرچ کے لئے ایک پیسہ نہیں ہے
پھر بھی میرا دل مطمئن ہے اور میں فاقے کر کے اپنے شوہر کا سالانہ سوگ پورا کروں گی۔
مرجانہ۔نہیں تم گھبراؤ نہیں میں آج ہی سرکاری خزانے سے خرچ مقرر کرادوں گی مگر تم امینہ کا
نکاح کردو۔
فرحہ۔ہرگز نہیں عذرا یزید کے پاس۔ورّدہ یزید کے پاس۔خضرا یزید کے پاس۔اور معاف
کرنا تم خود یزید کے پاس موجود ہو۔اور خبر نہیں کتنی عورتیں وہاں ہیں ایسی حالت میں امینہ کا
نکاح مجھے منظور نہیں۔کیا خبر ہے کہ چار دن کے بعد اس کو طلاق دیدی جائے تو پھر
بچاری کہاں جائے گی اور سب کے وارث موجود ہیں۔آج نکلیں کل پھر اپنے گھر میں وارثوں
کے پاس آگئیں۔امینہ کا تو کوئی بھی ٹھکانہ نہیں ہے۔
مرجانہ۔میں اسکی ذمہ دار ہوں کہ اگر یزید کی نگاہ امینہ سے پھری تو اسکی کفالت میں خود کرونگی۔
فرحہ۔اور اگر تم سے بھی نگاہ بدل گئی تو کیا ہوگا۔ایسے آدمی کا اعتبار ہی کیا۔
فرحہ کے اس فقرہ کا مرجانہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اپنے معاملہ کے فکر میں کچھ دیر خاموش
بیٹھی رہی چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا۔آخر اس نے خاموشی کو توڑا اور کہا:۔
مرجانہ۔میں یزید سے تم کو مکان۔باغ اور اتنی نقدی دلوادیتی ہوں کہ اگر امینہ کو اس نے چھوڑ دیا
تو تم اور وہ بھوکی ننگی نہ رہو گی۔
فرحہ۔اور اگر اس نے ناراض ہونے کے بعد ان سب اشیاء کو ضبط کر لیا تو پھر کیا ہوگا۔
مرجانہ۔اس وہم کا تو کوئی علاج نہیں ہے تمہیں اختیار ہے میں زیادہ اصرار نہیں کرسکتی۔امینہ
اتنی عمر ہو چکی برس دن کے بعد بالکل بڑھیا ہو جائے گی۔
فرحہ۔وہ اسوقت اکیس برس کی ہے۔سال بھر کے بعد بائیس برس کی ہو گی۔تو کیا یہ بڑھاپے
کی عمر ہو جائے گی۔
مرجانہ۔اچھا فاطمہ میں یہ سب باتیں یزید سے کہدوں گی۔اب وہ جانے اور تم جانو۔

یہ کہکر مرجانہ اُٹھ کر چلی گئی۔ اور فرحہ و ریحانہ آپس میں باتیں کرنے لگیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کا مقابلہ کر سکیں گے۔

نہیں میرا خیال ہے مسلم ان سب کو شکست دیگا کیونکہ اہل مدینہ اس کے سامنے جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے۔

مگر فرحہ تم نے عذرا سے یہ بھی سُنا کہ مسلم کیا بیمار تھا۔

فرحہ۔ عذرا کہتی تھی اسکی علالت بہت سخت تھی مگر معاملہ کی اہمیت دیکھ کر یزید نے اسکو اس مہم پر جانے کے لیئے مجبور کر دیا۔

ابراہیم۔ اگر مسلم مر گیا تب تو اہل مدینہ فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ مشکل ہے۔ بلکہ ناممکن ہے کہ اہل مدینہ کامیاب ہوں۔

فرحہ۔ تم جس کام کے لیئے آئے ہو اسمیں کتنا وقت صرف ہو گا۔

ابراہیم۔ مجکو حصین بن نمیر نے اپنی بیوی کے پاس بھیجا ہے میں اسی ہفتہ میں واپس چلا جاؤنگا

فرحہ۔ کیا تم نے حصین بن نمیر کی نوکری کر لی ہے۔

ابراہیم۔ نوکری تو نہیں کی دوستانہ طریق سے یہ خدمت قبول کر لی کیونکہ حصین بن نمیر کا میرا قدیمی تعلق ہے۔

فرحہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حصین بن نمیر کربلا میں قاتلان حسینؑ کا مددگار تھا اور ایسے شخص کو تم اپنا دوست سمجھتے ہو۔

ابراہیم۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے مگر کیا تم کو خبر نہیں کہ حصین کی بیوی خاندان رسالت کی دوست ہے۔ میں صرف اس وجہ سے آیا کہ حصین کی بیوی میری ہم عقیدہ ہے اور میں نے اسی کی خاطر یہ تکلیف گوارا کر لی۔

فرحہ۔ تم حصین کی بیوی سے ملے۔ مُدت ہو گئی میں تو انکے پاس نہیں گئی۔

ابراہیم۔ ہاں میں گیا تھا وہ سخت بیمار ہیں۔ زندگی کی امید نہیں ہے۔ فرحہ تم کو اسکی تیمارداری کرنی چاہیئے۔

فرحہ۔ بسر و چشم میں آج ہی جاؤں گی۔

آہ میرا باپ مرگیا۔ اور اے یزید تیری خدمت کرتا ہوا مرا۔ اب تو مجھ کو گھر سے نکالتا ہے۔ کیا یہی وقت نکالنے کا ہے۔

یزید۔ تو نے مجکو زہر دینے کی سازش میں حصہ لیا۔ تیرے باپ کا مجھ پر احسان ہے مگر اتنا بڑا نہیں ہے کہ تیری اس خطا کو معاف کرا سکے۔

عذرا۔ مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ ایسا نہو گا۔

یزید۔ تم سے آئندہ غلطی نہ ہو گی تو مجھ سے بھی آئندہ تم کو اپنے پاس رکھنے کی غلطی نہ ہو گی۔

عذرا۔ اچھا تو ہوشیار رہنا۔ میں اس بے وفائی کا بدلہ لوں گی۔

یزید۔ بشرطیکہ تم اسوقت تک زندہ رہو۔

عذرا۔ کیا تم نے عزرائیل سے دریافت کرلیا ہے۔

یزید۔ ہاں اس خنجر کے ذریعہ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ یہ کہہ کر یزید نے عذرا کے سینہ پر ایک خنجر مارا جو اس کے دل میں پیوست ہوگیا۔ اور بیچاری عذرا اسی وقت تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اور لونڈیوں نے اسکی لاش باغ میں لیجا کر دفن کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وردہ اور خضرا کو خواجہ سراؤں نے سامنے لاکر حاضر کیا۔

یزید۔ کیوں وردہ اور کیوں ری خضرا میری عنایتوں کا یہی ثمرہ تھا کہ تم نے مجھ کو زہر دینا چاہا۔

دونوں نے ایک زبان ہوکر جواب دیا۔ ہم سے غلطی ہوگئی۔ مگر ہم نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ امیر المومنین کو یہ کھانا دیا جائیگا بلکہ مرجانہ کے لیئے یہ سازش کی گئی تھی۔

یزید۔ مرجانہ نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔

حضرات۔ جس کو ہم چاہتے ہیں اس کے دل پر اس نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ ہم سے بیرخ ہو گیا تھا۔

یزید چیکی رہ او کافر کتیا۔ بھائی پر مرنے والی۔ میرے سامنے ایسی گستاخی سے نہ بول جھوٹی تو مجھ کو چاہتی ہے یا ابن زیاد کو۔ میں نے تم لوگوں کو بہشت کی نعمتیں دیں اور تم نے میری جان لینے کا ارادہ کیا۔ ذبح کر دو ان دونوں کو میرے سامنے۔

خواجہ سراؤں نے یزید کا حکم سنتے ہی ان دونوں کو ذبح کر دیا۔ اور یہ بھی باغ میں دفن کر دی گئیں۔

اسکے بعد یزید نے محل کے لونڈی غلاموں سے کہا۔ خبردار۔ یہ راز باہر نہ نکلنے پائے اور ہاں وہ کھانا پکانے والی کونسی ہے۔ اس کو بھی حاضر کرو۔ کیونکہ طبیب کہتا ہے کہ زہر ابن آثال کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ایک لونڈی۔ حضور وہ پکانیوالی برسوں نوکر ہوئی تھی۔ مگر آج صبح سے غائب ہے۔

یزید۔ تلاش کرو اور جلدی میرے سامنے لاؤ۔

تھوڑی دیر کے بعد پکانے والی حاضر کی گئی۔ اس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال رکھی تھی۔

یزید۔ اس کی نقاب اُلٹ دو۔

ایک لونڈی۔ حضور یہ کہتی ہے کہ میری آنکھوں میں ایسا مرض ہے کہ جو اس کو دیکھے گا اسکی آنکھیں بھی بیمار ہو جائیں گی۔

یزید جھوٹی ہے مکار۔ نقاب اُلٹ دو۔

غلاموں نے نقاب اٹھائی تو دیکھا کہ وہ ابن آثال حکیم کی لڑکی ہے۔ یزید اور تمام حاضرین حیران رہ گئے۔ اور یزید نے پوچھا کیا تو ہی میری پکانیوالی ہے۔ تو کہاں چلی گئی تھی۔

ابن آثال کی لڑکی۔ میں مسلمان ہونے کے بعد ایک محب اہل بیت گھرانہ میں مقیم رہی۔ اور ایک دن وہاں سے فرار ہو کر دوسرے محب اہل بیت گھر میں چلی گئی۔ اور جب حضرت امام حسینؑ

کی شہادت کا حال سُنا تو تیری قتل کا ارادہ میں نے کیا۔ تاکہ بے گناہ سید کا عوض تجھ سے لوں محل کی اطلاعیں مجھے ملتی رہتی تھیں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ تیری بعض داشتہ عورتوں نے تیری جان لینے کا منصوبہ تیار کیا ہے تو میں نے ان کو کہلا بھیجا کہ میں کھانے میں زہر پکا دینے کا ہنر جانتی ہوں اور اسطرح زہر ملاتی ہوں کہ کوئی طبیب اُس کو شناخت نہیں کر سکتا۔ ان عورتوں نے مجھ کو بُلایا۔ مگر چونکہ وہ سب مجکو جانتی تھیں اسواسطے میں نے نقاب چہرہ پر ڈال لی اور آنکھوں کے مرض کا بہانہ کیا۔ میں نے زہر تو ایسا ملایا تھا کہ تو اور تیرے طبیب کبھی پہچان نہ سکتے۔ مگر تیری قسمت اچھی تھی کہ بچا ہوا زہر تیری لونڈی کے ہاتھ آگیا اور اس نے تجھ کو خبر دیدی۔

یزید۔ کیوں ری نصرانی کتے کی بچی میری محبت اور مہربانی کا یہی عوض تھا جو تو نے دیا۔

ابن اثال کی لڑکی۔ زبان کو خراب نکر۔ دل کی خرابی کافی ہے میں خاندان نبوت کی لونڈی ہوں۔ میرا فرض تھا کہ تجھ قاتل اہل بیت سے انکا بدلہ لوں۔

یزید۔ اچھا میں تجھے بھی انہی کے پاس بھیجدیتا ہوں جنکو تو چاہتی ہے۔ یہ کہکر بچاری مومنہ کے ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ وہ شہید ہو کر گر پڑی۔ اور اس کو بھی باغ میں دفن کر دیا گیا۔

میرا دل اس دُنیا سے بیزار ہے یہاں کا ہر آدمی خود غرض اور مطلب کا یار ہے میں نے اس حکومت میں دیکھا کہ کوئی شخص بھی سچا خیر خواہ اور دوست نہیں ہے کوئی تلوار کے زور سے جھکا ہوا ہے کسی کو دُنیا کے لالچ نے دبا رکھا ہے ایسا دل ایک بھی نہیں جو خلوص و صداقت سے بھرا ہو۔

مرجانہ تم کو میں نے بہت صادق پایا میری بیوی۔ میری لڑکی عاتکہ۔ میرے لڑکے۔ جن کو دیکھتا ہوں اپنی اپنی غرض و حرص میں گھرا ہوا پاتا ہوں۔ بس ایک تو ہے جس نے آج تک کوئی بات میری مرضی اور خوشی کے خلاف نہ کی۔ جو میں نے چاہا تو نے بھی وہی چاہا جس سے میں خوش ہوا تو بھی اس سے خوش ہوئی جس سے مجھ کو ناخوش دیکھا تو بھی اس سے بیزار پائی گئی۔ مرجانہ میں تجھ کو اس خلوص کا کیا عوض دوں۔

مرجانہ حضور کی قدر دانی ہے۔ ورنہ میں امیرالمومنین کی کسی خدمت کے قابل نہیں ہوں۔ اور اگر کوئی خدمت ذات شاہانہ نے پسند فرمائی ہے تو اسکا عوض مانگنا مجکو حرام ہے۔ لونڈی اپنے مالک کی ملک ہے اور اس کے کام بھی مالک مملوک ہیں۔

یزید۔ مرجانہ میں تیری انھیں باتوں سے خوش ہوتا ہوں۔ اور آخر وقت تک خوش رہوں گا۔ تجھ کو یاد ہوگا میں نے امینہ کی یاد ابتک دل سے دور نہیں کی۔ وہ مجکو رات کے وقت سونے نہیں دیتی۔ سیر و شکار میں اس کے خیال کے سوا مجھے اور کسی کا خیال نہیں آتا۔

تو ایک برس کی مہلت چاہتی تھی میں نے دی۔ اب وہ مدت ختم ہوگئی۔ اور ایک برس نہیں بلکہ تین برس ہو گئے۔ تو امینہ کے پاس جا اور اس کو نکاح پر راضی کر۔

مرجانہ۔ بہت اچھا حضور لونڈی ابھی جاتی ہے۔

یہ کہہ کر مرجانہ فرحہ کے پاس پہنچی اور اس سے وہی پیغام کہا۔

فرحہ۔ واہ مرجانہ تین سال تک کہاں غائب رہیں۔ اب آئیں تو پھر وہی سوال موجود ہے۔ اگر امیرالمومنین کو امینہ اسقدر عزیز ہے تو تین سال ان کو اسکا خیال نہ آیا معلوم ہوتا ہے عذرا اور رشک قمر کے بعد امینہ کی ضرورت پیش آئی۔

مرجانہ۔ خاموش فاطمہ ان عورتوں کا نام نہ لو۔ ان کا ذکر تک جرم میں داخل ہے۔

فرحہ۔ شہر میں کسی کو خبر نہو۔ مجھے تو سب کچھ معلوم ہے میں تمہاری احسان مند ہوں کہ سرکاری وظیفہ مقرر کرادیا۔ ورنہ اس تین برس میں ہمارا تو کام تمام ہو چکا ہوتا۔

مرجانہ۔ خیر ابتو اصل مطلب کی گفتگو کرو۔

فرحہ۔ ہنسکر۔ اب تو امینہ بڑھیا ہوگئی۔

مرجانہ۔ پھر وہی شوخی کی بات۔ میں کہتی ہوں اب تم کو فوراً نکاح کر دینا چاہیئے۔

فرحہ۔ اللہ اکبر مرجانہ تم کو سوکن حاصل کرنیکا کسقدر شوق ہے۔ اچھا میں تیار ہوں۔ مگر امینہ کے بعد میرا اور میرے بچہ کا کیا حشر ہوگا۔

مرجانہ۔ تم امیر المومنین کے محل میں رہو گی۔ اور تمہارا بچہ بھی۔ لو میں جاتی ہوں۔ کل تاریخ کی اطلاع دینے آؤں گی۔ یہ کہہ کر مرجانہ چلی گئی۔ اور فرحہ و ریحانہ نے یہ گفتگو شروع کی۔

فرحہ۔ تمہارا نکاح ابراہیم سے میں نے کر تو دیا۔ مگر ہر وقت اس دن کا فکر رہتا تھا۔ آخر وہ آگیا۔

ریحانہ۔ آپا کچھ فکر نہیں۔ دُنیا کو خوب دیکھ لیا۔ اب انتقام کا وقت آیا ہے۔ آقا دُنیا میں نہ رہے ماں باپ نہ رہے تو ہمارا رہنا بیکار ہے چلو چلو اس موذی قاتل اہل بیت کو چلکر قتل کریں۔

دونوں اس گفتگو میں مصروف تھیں کہ ابراہیم بھی آگئے اور انہوں نے یہ حال سُنا تو کہا۔ کچھ ڈر نہیں ریحانہ ہمت سے کام لینا۔ میں نے سُنا ہے یزید حمص کی طرف جانیوالا ہے۔ اور غالباً تم کو بھی ہمراہ لیجائیگا وہاں اسکا قتل کرنا بہت آسان ہوگا۔ میں یزیدی خیموں کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ جہاں تمہارا موقع بنے اس کو قتل کر ڈالنا۔ میں سانڈنیاں تیار رکھوں گا فوراً بھاگ کر نکل چلیں گے۔

فرحہ۔ مجھے ریحانہ کی عصمت کا خیال ہے وہاں اسکا کیا بندوبست ہو سکے گا۔

ابراہیم۔ کچھ نہیں تم اسکا فکر نہ کرو۔ اس کی ترکیب یہ ہو کہ اسوقت ریحانہ کی علالت کا عذر کردو اور کہدو کہ وہ حمص میں حاضر ہو جائے گی۔ سفر میں پہلی ہی رات کام تمام کر دینا آسان ہوگا۔ اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے۔

فرحہ۔ ہاں بیشک یہ خوب ترکیب ہے۔

دوسرے دن مرجانہ پھر آئی اور کہا امیر المومنین سفر کو جانے والے ہیں ان کی خواہش ہے کہ نکاح کل ہی ہو جائے۔

فرحہ۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ نکاح کل کر دیا جائے۔ مگر رخصت پندرہ دن کے بعد کروں گی کیونکہ ریحانہ آج کل بیمار ہے۔

مرجانہ۔ اچھی بات ہے مگر نکاح کے بعد شاہی پہرہ اس مکان پر آجائیگا۔

فرحہ نے پہرہ کا نام سُنا تو وہ ذرا گھبرائی اور اس کو ابراہیم کا خیال آیا مگر اس نے کہا

ہاں اچھی بات ہے۔ مگر میرے شوہر کا بھائی میرے گھر میں رہتا ہے۔ پہرہ داروں کے افسر اس کو نہ روکیں۔

مرجانہ۔ نہیں فرحہ کوئی مرد نکاح کے بعد اندر نہ آسکے گا۔ تمہارے شوہر کا بھائی باہر رہیگا اندر آنے کی اس کو اجازت نہ ہوگی۔

فرحہ۔ یہ تو بہت مشکل بات ہے۔ اچھا خیر میں اس کو قبول کرتی ہوں۔

مرجانہ یہ جواب لیکر چلی گئی تو ابراہیم گھر میں آئے اور فرحہ نے ان سے سارا حال کہا۔ انہوں نے جواب دیا اچھی بات ہے میں آج ہی حمص روانہ ہو جاتا ہوں تم کو وہیں مل جاؤں گا۔ یہ کہکر ابراہیم حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن خفیہ طور سے یزید فرحہ کے مکان پر آیا۔ چند مصاحب اور قاضی ہمراہ تھے امینہ نقاب ڈالکر سامنے آئی اور سلام کیا۔ فرحہ بے نقاب سامنے بیٹھی رہی۔ اور کہا:۔

فرحہ۔ امیر المومنین آپکی دلہن کچھ بیمار ہیں۔ نکاح آج ہو جائے اور پندرہ دن کے بعد میں اس کو لے کر حمص میں حاضر ہو جاؤں گی۔

یزید۔ امینہ کیا بیمار ہیں۔

فرحہ۔ میں لحاظ کرتی ہوں۔ شاہی ادب مانع ہے۔

یزید ہنسا اور کہا اچھا کچھ ڈر نہیں۔ نکاح ہو جانا چاہیئے۔

فرحہ۔ میں بالکل تیار ہوں۔

قاضی۔ کیوں امینہ تم امیر المومنین یزید بن معاویہ سے ایک لاکھ دینار مہر پر نکاح کرنا قبول کرتی ہو۔

امینہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

فرحہ۔ قاضی صاحب وہ شرماتی ہے اسکو قبول ہے۔

قاضی۔ یہ نہیں ہو سکتا وہ بالغہ ہے اس کو جواب دینا ضروری ہے۔

فرحہ۔ امینہ مُنہ سے بولو تم کو امیرالمومنین سے نکاح کرنا منظور ہے۔

امینہ کھڑی ہوگئی اور اس نے جُھک کر یزید کو سلام کیا اور پھر بیٹھ گئی۔

یزید۔ بس بس اس نے قبول کرلیا۔ اور واہ کس پیارے انداز سے قبولیت کا اظہار کیا۔

قاضی۔ نہیں حضور اس کی سند نہیں ہے ان کو زبان سے کہنا چاہیئے

یزید۔ تم اُلّو ہو گدھے ہو۔ دُلہن مُنہ سے نہیں بولا کرتی۔

قاضی۔ جو حکم حضور کا۔ تو اب امینہ بنت بنت۔ کہہ کر قاضی صاحب گھبرائے اور فرحہ سے پوچھا اس کے باپ کا نام؟ فرحہ نے کہا مالک قاضی صاحب نے وہی نام لے کر یزید سے پوچھا امینہ قبول ہے۔

یزید۔ ہاں جناب قبول ہزار دل و جان سے قبول۔

اس کے بعد شربت تقسیم کیا گیا اور یزید اُٹھ کر چلا گیا۔

ٹھیر جاؤ تم کون لوگ ہو۔

ہم امیرالمومنین یزید کی بیوی امینہ کو لے کر حمص جاتے ہیں۔

وہ یہیں حوارین میں موجود ہیں۔ آگے نہ جاؤ۔ ہم ان کو خبر دیتے ہیں مگر وہ آجکل ذرا علیل ہیں۔

پہرہ دار نے دوڑ کر خواجہ سرا سے کہا اور اس نے یزید کو خبر دی کہ امینہ کی سواری آگئی۔

یزید۔ اچھا اسکو اُتارو۔ اور میرے خیمہ کے برابر جو خیمہ ہے اسمیں ٹھیراؤ۔ امینہ کی بھاوج فاطمہ اور اس کے لڑکے کے لیے بھی قریب ہی خیمہ نصب کرادو۔

تھوڑی دیر میں سب بند و بست ہو گیا اور سواریاں اُتر گئیں۔

شام ہوئی تو لونڈیاں امینہ کے پاس آئیں اور کہا آج امیرالمومنین بہت بیمار ہیں۔ انہوں نے تم کو سلام کہا ہے۔ غالباً کل تم کو سامنے طلب کریں گے۔

ریحانہ۔میری طرف سے سلام پیش کر کے مزاج پرسی کرنا اور کہنا کہ میں آج کے دن کام نہ آئی تو کب آؤں گی حضور مجکو ابھی یاد فرمائیں تاکہ کچھ تیمارداری کرسکوں۔

لونڈیوں نے جاکر یزید سے یہ پیغام کہا۔تو اس نے خوش ہوکر جواب دیا۔اچھا میں میں اُن کو آج ہی رات کے وقت بلاؤں گا۔

جب یہ خبر ریحانہ کو ملی تو اس نے فرحہ سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ اور لڑکے کو باہر بھیجکر دیکھو کہ ابراہیم موجود ہیں یا نہیں۔

فرحہ۔میں نے پہلے ہی معلوم کرلیا۔ابراہیم پوری طرح مستعد و تیار موجود ہیں۔

آخر رات ہوئی اور یزید نے امینہ کو اپنے پاس بُلایا۔امینہ سامنے گئی اور اسی شان ادب سے سلام کیا۔یزید لیٹا تھا اس نے مسکرا کر کہا۔تمہارا آنا مبارک ہو آج بارہویں تاریخ کا چاند چمک رہا ہے مگر تم سے زیادہ روشن نہیں ہے۔

امینہ۔خدا امیرالمومنین کو چودھویں رات کا چاند بنائے اور میں اسپر صدقے ہوا کروں۔

یزید۔کیوں امینہ اتنے دن تک ہم کو ترساتی رہیں۔

امینہ۔حضور ہی نے ترسایا اور برسوں کی بھول کے بعد یاد فرمایا۔

یزید۔تم کو خبر بھی ہے میں کن جھگڑوں میں مبتلا تھا۔

امینہ۔جی ہاں مجھے معلوم ہے بڑے بڑے واقعات اس عرصہ میں پیش آئے۔مگر شکر ہے کہ اب سارا میدان صاف ہو گیا۔

یزید۔تم نے حسینؓ ابن علی کا کٹا ہوا سر دیکھا؟

اس سوال نے امینہ کو از خود رفتہ کردیا اور وہ بھول گئی کہ مجھے ابھی کچھ دیر کے بعد کام کرنا چاہیئے ابھی پہرہ والے بیدار ہوں گے اور اس نے بیتاب ہو کر کہا۔ ہاں میں نے دیکھا۔اور یہ سُنا کہ آپ نے اس پیارے چہرہ پر اپنی ناپاک لکڑی ماری تھی۔

یزید۔یہ تم نے کیا کہا کیا تمہاری زبان نے غلطی کی یا میرے کانوں سے سننے میں خطا ہوئی۔

ریحانہ۔ جی ہاں میں نے یہ عرض کیا کہ آپ کی پیاری چھڑی نے اس چہرہ کو ٹھکرایا۔

یزید۔ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔

امینہ۔ اب سمجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ سمجھنے سمجھانے کا وقت ختم ہوا۔

یزید۔ تمہیں کیا ہوگیا امینہ۔ یہ تم ایکا ایکی دیوانی کیوں ہوگئیں۔

امینہ۔ اے یزید میں دیوانی نہیں ہوئی۔ خوب ہوشیار ہوں۔ مجھ کو اپنے آقا و مولے وسید حسینؑ ابن علی کے ذکر سے جوش آگیا۔

یزید۔ کیا تو حسینؑ کی ماننے والی ہے۔

ریحانہ۔ ہاں میں مالک ابن اشتر کی بیٹی ریحانہ ہوں۔

یزید یہ سنکر آگ بگولا ہوگیا۔ اور ایک دفعہ ہی جھلا کر کھڑا ہوا تاکہ ریحانہ پر حملہ کرے اور پہرہ داروں کو پکارے۔

ریحانہ یہ دیکھتے ہی جھپٹی اور آگے بڑھکر

یزید کے رخسار پر ایک طمانچہ مارا

اور دوسرے ہاتھ سے اسکا منہ بند کرلیا یزید نے ریحانہ کو اُٹھاکر دے پٹکا۔ اور چاہتا تھا کہ غلاموں کو آواز دے کہ فرحہ خیمہ کے اندر آگئی اور اس نے یزید کے پاؤں پر ایک لکڑی ایسی ماری جس کے صدمہ سے وہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ اور یہ دونوں عورتیں خیمہ سے نکل کر بھاگیں اور ابراہیم کے ساتھ سانڈنیوں پر سوار ہوکر کہیں غائب ہوگئیں۔